انھریاں
شاھد زبیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہد زبیر

DBN: 105

مصنف: شاہد زبیر

سرورق: جواد جوجی

باراول: مارچ 2014ء

تعداد: 500

قیمت: 300 روپے

رابطہ: 0323-8636111

ایڈریس: 69۔ نشیمن کالونی بوسن روڈ ملتان

دستک پبلی کیشنز، ملتان

گلگشت کالونی، گول باغ ملتان

رابطہ: 0302-7766222

ای میل: dastakpublication@yahoo.com

عزیز دوست

خاور اعجاز

کے نام

مصنف کی تخلیقات

علم و عمل

......کمال مطلوب	تحقیقی مضامین	......آگہی	تحقیقی مضامین
......ترغیب	تحقیقی مقالات	......کسب کمال	دینی مضامین
......کیمیاءِ سعادت	تخلیص	......کشف المحجوب	تخلیص
......قرآنی پیشین گوئیاں	قرآن پاک سے	......حاجت مطلوب	مجموعہ وظائف
......حکایاتِ اولیاء	تاریخی ادب	......حکایات صفوریؒ۔غزالیؒ	تاریخی ادب
......نبیوں کی کہانیاں	کہانیاں	......مقالات جیلانیؒ	خطبات
......کیمیاءِ ہدائت	تصوف		

نظمیں

......اپنائیت کا سفر	نثری نظمیں	......منسوخ نیند	نثری نظمیں
......سوچ میں بیٹھے رنگ	نثری نظمیں	......کروسان	نثری نظمیں
......سرخ موسم	نثری نظمیں	......کمہار کے برتن	نثری نظمیں
......سات سطروں کی کہانیاں	نثری نظمیں	......دیوانے کا روزنامچہ	نثری نظمیں
......برف کی قاشیں	نثری نظمیں	......گھنے جسم میں ملاقات	نثری نظمیں
......مونوگراف	نثری نظمیں	......نیند کا گھر	نثری نظمیں
......مصلوب سفر	نثری نظمیں	......چڑی کہانیاں	مختصر نظمیں
......لنگڑی کہانی	طویل نثری نظم	......بازگشت	طویل نثری نظم
......نمائندہ امریکی نظمیں	ترجمے	......اندریاں	نثری نظمیں

ادب

......گھاس پر لکھی کہانیاں	افسانے	......برف پر لکھی کہانیاں	افسانے
......زمین پر لکھی کہانیاں	افسانے	......ہاتھوں پر لکھی کہانیاں	افسانے
......دیوار پر لکھی کہانیاں	افسانے		

ترتیب

نظم	صفحہ نمبر	نظم	صفحہ نمبر
فیاضی، یوگ پراپتی	1	خواہش، آتما، دوستی، محبتیں	19
نمسکار، رنجبرز تعیناتیاں	2	جان دینے کی بات، بھگوان کا گمر نشان	20
وچ ڈاکٹر، ٹھنڈ	3	وہ، ہوا پر سوار	21
قفس، شفافیت	4	کمال، لفظ	22
گذری ہوئی بہار، اس کا وزن	5	غور، راتیں	23
محافظ، ٹھنڈک	6	سفید چادر، جالا	24
ست بھرائی، دست برداری	7	شام، ناممکن	25
گم گشتہ ناول، فالج، قوم	8	گولے، آرزومند	26
نجوک، صندوق	9	مثال، دیوداروں کی شاخیں	27
منطقہ حارہ اور موت، بکھری ساعتیں	10	خوشی، ترک	28
اعتقاد، پرماتما	11	ملازم اور دوست، اپنے اغیر	29
پلنگ پر اکیلا مر جانا، فالتو چیزیں	12	نغمہ، آرڈیننس	30
اصیل گائے، راستے	13	ڈر، چائے	31
لفظ، آوارہ	14	روپہلی ٹوکری، وہ رات	32
پچھلے جنم کا بھوگ، سانپ	15	تصویر، زہریلی عبارتوں کے عکس	33
مکتی، علم میں شریک	16	روشنی، ماڈریٹ	34
میرے بچے، خالی دماغ	17	مسٹر پرائم منسٹر، تنوع سے تہی	35
پہلا آدمی، چڑیل	18	بوڑھا انجن، ناظم	36

ترتیب

نظم	صفحہ نمبر	نظم	صفحہ نمبر
خالی ٹیبل، کردار، زیرِ احسان	37	ساکت روحیں، کل شام ۵ بجے	55
پُھو.....! مہمان نما س	38	حاضری، عارضی جدائی	56
تحیر، نئی بات	39	کچی پنسل کے شاہکار، نقطے کا اسیر	57
مسلک، خواہش	40	زندگی کا رس، شرمندگی	58
بھوکا کتا، تسکین	41	بند مٹھی کی آواز، بے صبرا	59
مصرعہ، جیون مور	42	سفر، اسطورہ	60
لمحہ، بند راستے	43	ابدی زندگی، سوچکی قدیم صحبتیں	61
امکان، ادھار کی زندگی	44	پروں پر لکھا خواب، منہ پھاڑے لیٹی زمین	62
میٹرک پاس، داخلہ	45	صلاحیت، انسانوں سے کہیں زیادہ	63
کھانے کا دھندہ، برہنہ پرچیاں	46	علاؤالدین، یادداشتوں اور ن کے درمیان	64
آنکھ کا لگنا، خوبرش	47	آزادی، آنے والے غموں کا بوجھ	65
ہجرت، آزاد	48	ازدھام، انہونیاں	66
تنگ، عکس	49	جانور، جلاوطنی کی عمر	67
جسمانی تقاضوں کا ابال، کہنہ زمانوں کا بوجھ	50	الوہی اسرار کے عکس، بعید از قیاس واقعات کی تعمیر	68
مضمرات، ٹپ	51	نئی زندگی، سرفرازی	69
میرے پیچھے لگا اگلا وقت، آوازیں	52	ری پلے، موخر لکیریں	70
ٹہنیوں پر بیٹھا کوئی، گھمبیرتا	53	مغالطوں کی تاریخ، تاریخ	71
بھونکنے کا عمل، نوادرات سے ہاتھ دھونا	54	یقین، بوڑھی ہوئی جدائی	72

ترتیب

نظم	صفحہ نمبر
اندھے تالاب میں اترتے ہوئے	73
زینے، اس دور کا ذکر	
گندم کا کھیت، بے ثمر جسمیں	74
دوست کی رہائی	75
لمبے سفر، نئے جنم کا تاسف	76
ہوا پر تیرتے لفظ، نوٹس بورڈ	77
جمہوریت، حصولِ علم	78
سٹفی کا کتا، آسمان تک	79
ڈائیورٹڈ ڈرنک، مندرجات	80
ڈیموکریسی کا قتل، یخ بستہ	81
ہیلووین، نیا دیوتا	82
رسمِ تغیر، فردوسِ گم شدہ	83
مشروط رجائیت، اندھا اور کوڑھی	84
اجنبی، سفید خواہش	85
دفنانے کی رسم، چربیوں کا بھید	86
احساس جرم، صداقتوں کی زبان	87
جنم دینے والی عورت، الوہی طاقت	88
تلاش، عارضی انجام	89
جنگلوں کی زندگی، مرکز	108
وصیت، پرانی رسمیں	109
بحریہ ٹاؤن، ڈنک	110
علیحدگی کا اعلان	90
اسٹیشن، ایک اکیلی ملاقات	91
رحم دِل بادشاہ، نیا شاہ علی عادل	92
جھولیاں بھر، قدیم رسم	93
تبدیلیاں، پرانا انسان	94
بہادر، دائرہ کار	95
احساس، چٹ چٹ اڑتی چنگاریاں	96
زمزمے، حزن کی وسعت	97
خسارہ، کہانیاں	98
مرتی ہوئی کہانی کا زہر، جزیرہ	99
بھونکتے لفظ، سوچ	100
آج کی روٹی، تغافل	101
نئے معانی، گھات	102
مجازی، پھیلاؤ	103
آخری شب کے ہم سفر، موجود نشانیاں	104
جادوگر، تفریق	105
دیوتا حاضر ہیں، پتھروں میں شاعر کا ہدف	106
مراجعت، ہوا	107
شہریت، گھتی	111
انتظار، خوشبو	112

یاضی

ں نے بلندیوں پر کھڑے ہوکر

پنے آسمان کی شاندار وسعت دیکھی،

یع کائنات کو دیکھا

ایک ہی وقت میں ہر طرف

یکھ رہا تھا،

راُس ایک نے، زمین اور آسمان

خلیق کئے اور اس میں ہوا برپا کردی،

ی دیا، آگ جلائی۔

بوب تخلیق کیا، اور مسکرایا

ں شادمانی کہ اس نے آدمی کو

ب کے مرتبے پر سرفراز کیا

ب نے پوچھا، مالک تو کہاں ہے،

شاد ہوا، مجھے اپنے دل میں تلاش کر

ی مخلوق پر فیاضی کروں گا

یوگ پراپتی

یوگی اور سنیاسی تو وہی ہے جو

اپنے کرتویہ اور نت کرم میں بسا ہو

بھسم رمانے، جٹا بڑھانے یا ظاہری اڈمبروں سے

کوئی سنیاسی نہیں ہوتا

اسے تو روزمرہ دھارمک کاموں میں رہ کر

من کو شدھ کرنا ہوتا ہے،

دھیان یوگ کا پالن نشکام سادھن پر ادھار ہے

کلیان جب ہوگا جب انترکرن شدھ ہوجائے گا

شدھ آتما سکھ اور اشدھ، دکھ کا کارن ہیں

پر، یہ دل نہایت چنچل ہے،

اس کا قابو کرنا محال ہے

یوگ پراپتی کئی جنموں کی کوشش سے ہے

اِندریاں.....

نمسکار

بہت بڑی عمارتیں

جنہیں وہ بڑی قوت، اپنے

چھومنتر سے جوڑے رکھتی ہے، اس کو

کوٹاں کوٹ نمسکار

ڈنڈوت پرماتما کو ھے

میرے اندر خوفناک اجتماعی گالیاں ہیں

میں ان کی تشکیل نو کرتا رہتا ہوں

میں چاہتا ہوں، میرے گھٹنے مڑ جائیں

میرے حواس کھو جائیں

میرے اندر عجیب جھنجھناہٹیں ہیں

وہ مسلسل قہر آلود نفرت کی،

خاموش بوچھاڑ کرتا رہتا ہے، جن سے

میری انفرادیت کی چنگاریاں میرے اندر

دم توڑتی رہتی ہیں،

میں اپنی آنکھوں کے پیچھے بیٹھ کر خود کو،

ایسے باہر جھانکتا ہوں جیسے

ایک بالشتیا، ایک ایسے جسم میں مقید

جو میرے لیے بڑا پیچیدہ ہے

مجھ پر کچھ ماورائی قوتیں حاوی ہیں جن

نمسکار کرنا ضروری ہے

رینجرز تعیناتیاں

روحوں کی کوئی ایک زبان نہیں

وہ ایسی زبان بولتی ہیں جن کی

بیسیوں بڑی چھوٹی تختیاں ہیں

میں زمین سے اڑا اور

چیونٹیوں کے ایک گھر پر بیٹھ گیا

مجھ میں پرندوں کی خیالی پرواز سے

کہیں زیادہ دم تھا،

فرشتوں نے ایک غیر مانوس زبان میں

شجرہ نسب، تاریخ اور زبان دریافت کی

اس وقت آکسفورڈ کی چھوٹی لغت

میرے بہت کام آئی،

علیحدہ شناخت والے علاقوں میں

حال ہی میں نئی تعیناتیاں کی گئی ہیں

ج ڈاکٹر

کمبلوں سے ڈھکے بستر میں
کھلی آنکھوں والی گیندنما چیز
نے نیچے بچھی چادر کو کانپنے پر
ر کر رہی تھی،
روں کی کھال پر چنے، جادو کے
لے پتے، چھپکلی کے پنجے سے جڑے تھے
کے خشک خون میں پسی شکر
کو واپس لاسکتی تھی
کے کمبل سے باہر پاؤں سے
بکری کی بدبو کے بھبوکے اٹھ رہے تھے،
چاہتی تھی کہ سیاہ فام جادوٹونے والا
آنے سے پہلے اپنا بیگ
ہی رکھ دے
ٹر ابھی تک نہیں پہنچا تھا
نے چیخ ماری اور ناچار بچہ اٹھا کر
ڈاکٹر سے ہاتھ میں دیدیا۔
فام نے بچے کو ننگا کر کے،
کی زبان پر تھوڑی شکر رکھی
کی پسلی سے ایک کیل نکال کر
دور پھینک دی
مسکراتے بچے کو ماں کی گود میں دیا اور
ہیٹ اٹھا کر سر کو جھکایا
اور دروازے سے باہر نکل گیا۔

ٹھنڈ

میرے اندر ٹھنڈ سوئی ہے، اور چلتی ہے
اس کے سوا،
کہتے ہیں، پرندوں کے بسیرے ہیں
سانپوں کی ٹھوکریں ہیں،
ہموار آوازیں کہتی ہیں،
اندر جا کر لیٹ جاؤ
میں اپنے آپس میں ملے ہاتھوں کے ساتھ
چھاتی اور کندھوں میں تشنج لیے
ہچکی کی طرز پر۔ سسکیاں لیتا ہوں
اور اندر تو برفباریاں ہیں

ققنس

میرے پاس کتے کی شاہ رگ سے لیئے گئے
خون کی بوتل موجود رہتی ہے
مجھے بیضوی چہرے، عمدہ بھوؤں، ستوان ناک اور
ققنس کی مانند ترچھی نگاہوں والیاں
مسحور کردیتی ہیں
جن کی قمیض کا رنگ سرخ اور بازو
سینے کی طرح سپید ہوں،
میرے قصبے میں ایکڑوں پر محیط
سیاہ صنوبروں کے قدیمی درختوں کی چوٹیاں
نچلے بادلوں کو کاٹ ڈالتی ہیں،
پرانا قبرستان، قصبے کا خوفناک اور
مقدس مقام ہے
وہ میرے اجداد کی
آرام گاہ ہے
منحوس قہقہے کی آواز اوپر سے نیچے اتر آئی ہے
مجھ پر چڑیلوں نے حربے آزمانے
شروع کر دیئے ہیں
کوؤں کے غول اڑنے لگے ہیں
ان کی سرمئی بیٹیں، بارش کی طرح
گرتی ہیں،
بدروحیں ہر سمت پھیل گئی ہیں
میرا اشتعال طاقت میں بدل رہا ہے
میں اپنی بوتل کھول کر، خون کو
اچھلے جیسے پانی میں، لہراتا ہوں مگر
مجھ میں دور تک اڑنے کی صلاحیت نہیں
درخت کی بلندی پر بیٹھا
وہ ایک عجیب نسل پرندہ ہے

شفافیت

قانون میرے ساتھ تھا، میرے حق میں
کسی کی انگلیاں، اپنے مضبوط ہاتھوں ـ
مجھ کو نچوڑ دینا چاہتی تھیں
میں نے ہچکی کی طرز پر
سسکیاں لینی شروع کردیں
اس روز، بے پناہ شفافیت کا سامنا کرتے ہ
میرے اندر سمندری طوفان اور
زلزلے کی خواہش پیدا ہوئی تھی

گذری ہوئی بہار

ں زندگی بھر خوف کا شکار رہا ہوں

ب بھی میں اس احساس کے ساتھ جاگا

کسی نے سرگوشی کی

ار آئی تھی اور آ کر چلی گئی، اس وقت

ب نیند نے تمہیں جکڑ رکھا تھا،

ں جاگ اٹھتا ہوں تو پوچھتا ہوں

ہاں ہے بہار

وئی جواب نہیں آتا

ب بیکراں خاموشی

رے کمرے کی پشت پر پھیلی ہے

یا بارش ہو رہی ہے، میں پوچھتا ہوں

ائد اسی کا نام بہار ہو، لیکن

وئی جواب نہیں دیتا

اٹا ابھی بھی طاری ہے

ں کھڑکی کھول کر دیکھتا ہوں

رش آ کر جا چکی ہے

ں آئینے میں اپنا جائزہ لیتا ہوں،

بوڑھا ہو چکا ہے

لا پڑ گیا ہے

ت رفتہ

اس کا وزن

ناخنوں سے چھیلی گئی دیواریں

بوڑھی ہوا کی سانسوں پر تیرتی، کافیاں

ریت کی گہرائی میں دور تک پھیلی رگیں

آنکھوں کے نیچے پڑے، نہری موگے

الٹا گیا روشنی کا قالین

پیالوں میں گوندھی ہوئی رلیاں

کجاوے میں سویا ہوا ہنگامہ

آگ کے لابنے

کھردری ہتھیلیوں کی چنگاریاں

شب بسری کے لئے کوٹھڑیوں میں

بھیجی گئی بیلوں کی بوئیں

دل کے قدموں کی

کانوں کے پردے پھاڑتی دھمک

تاریک کھولیوں میں زندہ رولینا

یہ سب اس کا وزن بڑھانے کے لئے تھا

شمشان گھاٹ کے مردے،

سڑکوں پر جلاؤ۔قبرستان .... کے بغیر

اِندریاں.....

ٹھنڈک

تمباکو کا کڑوا، میرے
سینے میں اتر گیا ہے
چوہڑے، مُسلّی، باندھے، غلام اور
ہمیں، پناہی کہنے والے،
ہم پر حکم چلانے والے،
کھاتے رہے اور گندگی
ہم اٹھاتے رہے،
خون، پسینہ ہم نے بہایا ہے اور
فصلیں انہوں نے اٹھائیں
ہم نے جوتے صاف کئے اور
یہ پاؤں میں پہنا کئے
ان کے ٹھڈوں نے ہماری،
داڑھیوں میں گھر بنائے،
ہماری بیٹیاں ان کے بچے
گراتی رہیں۔
بہت ہوگئی، اب وردی والا
زمین داروں، تھانے داروں اور ذیل داروں کو
قطار میں کھڑا کر کے
گولیاں مارے گا
اندھی کالی عمارتیں جلادی جائیں گی
رنگ برنگے نشانوں والے لہراتے
گردنیں لپیٹنے کے کام آئیں گے،
آج کے کش نے، سینے میں،
ٹھنڈک بچھادی ہے

محافظ

چار خانے کے کھیسوں میں لپٹے قبر
یار کی تانگ میں کملی ہوئی
لچی کو کنویں میں جھونکنے کی
خوف سے بھری،
پُر اسرار کہانی لکھنے والے ہیں
آسیب کس کا محافظ ہے

اندریاں.....

ست بھرائی

آبادی سے دور

جنگل کی جھاڑیوں میں

آدھی زندہ، آدھی مردہ، ست بھرائی کے خون نے

سارا جنگل مہکا دیا،

رختوں پر سوئے پرندے

کھوؤں میں ستاتے جانور،

جگمگ کرتی آنکھوں والے بھیڑیے

گدھے اور ڈھور، اس

آدھی جیتی، آدھی مردہ روح کے گرد

طواف میں مصروف ہیں،

سے پنڈ والے، ڈنڈا ڈولی کرتے، نعرے لگاتے

سات مردوں کو پی جانے والی چڑیل کو

خصت کرنے آتے تھے

دست برداری

جو کچھ بھی قیمتی تھا،

پائیدار ثابت نہیں ہوا،

سوگ یا ماتم، بالآخر

دست بردار ہو جاتے ہیں

معقولیت کی سریع اشاعت کی راہ میں

کئی رکاوٹیں حائل ہیں

ہر مطلوبیت میں خود اپنی

شکست کا سامان موجود ہے

کباب بنانے والی ہر سیخ

ایک دن اپنے پہیئے میں قید تھی

عقلی لوگ جانتے ہیں کہ ہر ہفتے

دنیا تبدیل ہو جاتی ہے

یہ تبدیلی ان کے لیئے،

بے پناہ خوشی لاتی ہے، مگر

اگلے ہفتے یہی لوگ

کہتے ہیں،

پچھلے ہفتے جو ہم جانتے تھے

غلط تھا

اِندریاں.....

گم گشتہ ناول

لاشوں کو تشدد اور کیچڑ میں

مقید کر دیا گیا،

کوئی نحیف کرن، امید کی

باقی نہیں بچی

کوئی بے چینی، کوئی تہلکہ نہیں

بے رحم مشقتی کیمپوں کی

تفصیل کو،

اجتماعی جبر کی قبریں دی گئیں

میں سادہ لفظیات، عام تشبیہات سے

گہری اور پر اثر معنویت

کیسے پیدا کروں

میں نے جو زندہ کردار

اپنی عملی مشقت سے تخلیق کئے تھے

درج کئے جانے سے پہلے

نابود کر دیے گئے ہیں

فالج

اس کی منکوں جیسی

چھوٹی اور کالی آنکھیں

مجھ پر جمی ہیں،

وہ میرا بھاری مفلوج اور بھورا چہرہ دیکھتا

اس کے ہونٹ،

تھوک سے گیلے کیوں ہیں

مجھے لگا، ان پر خفیف سی مسکراہٹ ہے،

وہ مجھے کلیسائی منصوبوں سے

نجات دلانے آیا ہے، حالانکہ مجھے

رسم عسائے ربانی کے سارے سبق

از بر یاد ہیں

مجھے یاد ہے، میری موت فالج کی وجہ سے

ہوئی تھی

قوم

میرے پاس مردہ قوموں کو جگانے کا علا

بلی کا خون اور چمگادڑ کے پروں سے تیار

ان کو زندہ کر سکتا ہے۔

سنجوک

ایدھی کی ایمبولینسوں میں،
میرے بھیجے ہوئے،
چلتے پھرتے، بھاگتے دوڑتے، مردے ہیں
میں لہولہان لمحوں کی اسیری کو
اپنی نفرت کی دھیمی آنچ پر پکاتا ہوں
یادوں کی یاری، سنجوک چڑھ جائے تو
گھوڑی ملنے کی آس ترک کر دینی چاہیئے
نالی سے برآمد ہونے والی، ننگی لاش
کسی کم سن بچی کی نہیں تھی
بہت ہو چکا، اب مجھے
ٹونے کے بول ترک کر کے
زندگی کی ڈھلوانی سٹیج سے
پردہ کھینچ دینا چاہیئے
غلاظت کے خمیر سے ابلی کیچڑ
ہانڈیاں ہی بنانے کے کام آسکتی ہے

صندوق

پچیسویں منزل
چوبیسویں منزل پر دھری ہے
نیچے سے دیکھنے پر،
دل گھبرا جاتا ہے
لفٹ میں یہ چند منٹوں کا کھیل ہے
مگر مجھے لگتا ہے، کسی نے مجھے
صندوق میں بند کر کے، اوپر رکھ دیا ہے
یہاں سے سمندر کا
کینوس وسیع ہو جاتا ہے
رات میں کالی چادر پر
اکاڈکا سیٹر چلتے ہیں
دوسری طرف روشنیوں کا دریا بہتا ہے
میں زیادہ دیر، بالکونی میں ٹھہر نہیں سکتا
مجھے چکر آنے لگتے ہیں،
میں تو ایک سیدھے سادھے گھر سے آیا تھا

منطقہ حارہ اور موت

منطقہ حارہ کے حیوانات کا مطالعہ
خوفزدہ کر دیتا ہے،
میری آنکھیں بھی عجیب ہیں،
وہ بیرونی روشنی کو نگل لیتی ہیں
مجھے لگا میں پانچ سیکنڈ میں،
حیرت سے مرنے والا ہوں، یا پھر
مرگی کا دورہ پڑنے والا ہے،
میری پوری زندگی جھوٹ ہے جس کا
میں نے کباڑ بنا دیا ہے،
پھر بھی میں آکسفورڈ کے جوتے پہنتا ہوں
حالانکہ رہائشی توانین میں لکھا ہے کہ
کھڑکیاں ہمیشہ بند رکھی جائیں
میں دانتوں سے، مچھلیوں کی آنکھیں کاٹ کر
باقی حصہ اندر نگل لیتا ہوں
رفع حاجت کرتے ہوئے، اگر آپ سے
دروازہ بند کرنے کی سہولت چھین لی جائے، تو
اس سے بہتر ہے کہ آدمی مر جائے

بکھری مماثلتیں

بکھری مماثلتوں کا گہرا احساس
جدلیاتی ذہنی عمل سے جڑا ہے
رسمیں، مسلک، تصورات
سب کے سب پاؤں کی بیڑیاں ہیں
ذلت و رسوائی، سب ہموار ہو جائیں
لاتعلقی سے جڑی گردش،
انسان، خدا، کائنات اور
تمام تعینات کو منقلب کر دے گی
مگر ابھی
زبان کے محور پر،
متن پروری جاری ہے

اعتقاد

میں سانپ کی طرح
اپنی کینچلی بدل کر
کیسے پرماتما کی
اعلیٰ روح میں مل سکتا ہوں
کینچلی بدلنا،
جسم سے روح کا نکلنا نہیں
دل سے ایسی گرہیں، کھولنا ممکن نہیں
میں ویسے نہیں مر سکتا
جیسے تم مرتے ہو
ہم اپنے اپنے خانوں میں بٹے ہیں

پرماتما

گفتگو کے تین حصے
پراسراریت میں چھپے ہیں
عقلمندوں کا اصرار ہے کہ
پرماتما، کئی شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے
سورج کے شعلے
پانی کو بخارات میں بدل دیتے ہیں
یہی پانی، بارش کی صورت
نمودار ہوتا ہے
اس سے، ہر قسم کی زندگی
نشوونما پائی ہے
تو کیا پانی پرماتما ہے، جس کو
سورج جلا دیتا ہے

پلنگ پر اکیلا مر جانا

میری نیند،

بوڑھوں جیسی ہو گئی ہے

پیاس کی شدت

پریشان پھراتی ہے

مخلوق کی تقویم کا، سامنا رہتا ہے

میرے پاؤں، کہیں نکل نہ پڑیں

شہر کو راستوں نے روک رکھا ہے

عمر بھر کے ساتھی پر، در نہیں کھلا

التفات کا پہاڑ

نئی شکل میں کھڑا ہے

مکان والے کو روز درخواست دیتا ہوں

رخصت ہونے سے پہلے

میں دشمنی کا پیڑ، اگانا چاہتا ہوں،

کسی روز اکیلا

پلنگ پر مر جانا چاہتا ہوں

فالتو چیزیں

ملال آخر کو بچھڑ جائے گا

محبت جیسی فالتو چیزیں،

بونا منع ہو چکا

سورج، فقط نفرتوں کی پرورش کرتا ہے

پیڑ ہی نہیں تو

دوستیاں کیونکر اگائیں

ہوا نے بند ہو کر، جان نکال لی ہے

مجھے لے جانے کو اب

چیونٹیاں ہی کافی ہیں،

دوائیں طاق میں رکھی رہنے دو

اب فقیر کے سینے میں

کشتی برابر سوراخ ہے

سیل گائے

ں نے پوتر شراب پی تھی

ر پھر لافانی ہو گیا

شنی کے منبر کی جانب بڑھ گیا

م رس مہربان اور لطیف ہے

زندگی کو طول دیتا تھا

ں کے شاندار قطرے پی کر

ے آزادی ملی،

اں چاہوں اڑ سکتا ہوں

ری روح اور جسم کو

پہیئے لگ گئے ہیں،

ے نئی جوت جگی ہے

ں اصیل گائے بن چکا ہوں

ری گردن پر وہ اپنا،

ار رکھتا ہے

راستے

اے موت

تو اپنے راستے پر چلی جا

ہمارے راستے الگ ہیں

تو اندھی اور میں بینا ہوں

تو مجھ سے گریز کر کہ مجھے

تیرے قدموں کے نشانوں سے نفرت ہے

جنہیں تو نے مار دیا، ہم سے بچھڑ گئے

تجھے اندازہ ہی نہیں،

رقص اور مسکراہٹ زندگی کو طول دیتے ہیں

تیرے اور میرے بیچ

ایک دیوار ہے، جو موت کی دیوار ہے

اسی لیئے مردہ لوگ لوٹ کر نہیں آتے

ان کے جسم مٹی کے نیچے پڑے ہیں

دن گذرے گا، موسم گذریں گے، نسلیں

گزریں گی

مگر زندگی ہمیشہ بچوں کو نوجوان بنائے گی

نوجوانوں کو بوڑھا کرے گی،

اے موت اس وقت تک اپنا راستہ

ہم سے جدا رکھنا

لفظ

زمین ہلتی تھی
پہاڑ ہچکولے کھاتے تھے
کائنات کے تخلیق کار کو
مذکر اور مونث میں کیوں ڈھونڈیں
اندھے نہیں جانتے، سچ کیا ہے؟
شاعر، تخلیق کے ماں باپ کی اولاد ہے
وہ فطرت کے دیوتا کے گیت لکھتا ہے
بیدار ہونے والا، جلتی آگ ہے
تا آنکہ شام اسے تہہ کر کے رکھ دے
خیالات کو پر جوش بنانا ہے تو
خوبصورت روشنی میں مراقبہ کرو
لفظ ہی، تیز بخار کو ٹھنڈا کر سکتا ہے
کھونٹے سے بندھے بچھڑے کو اس کی
رسی کاٹ کر آزاد کر دو

آوارہ

میری روح زمین کے چاروں کونوں میں
بھٹکتی پھرتی ہے،
میں نے اسے درخواست دی ہے کہ اگر
اسے بھٹکنا ہی ہے تو
کہیں نہ جائے، میرے اندر بیٹھی رہے
مگر اسے تو آوارگی کا چسکا لگ چکا ہے
وہ آسمان کے کونوں، پہاڑوں کی چوٹیو
صبح کی لالی اور بحر طلاطم میں، مخبوط الحوا
پھرتی ہے
وید کہتے ہیں کہ تمہاری روح بیمار ہے،
اسے اپنے اندر بند رکھو

ندریاں.....

پچھلے جنم کا بھوگ

ثر میری کمر، پیرانہ سالی کا شکار ہو جاتی ہے
م اور خوفناک کتے،
ے گھیر لیتے ہیں
، پر ایک آسیب ہے،
پس جا کر مجھے ایک
یل مارنی ہوگی تا آنکہ
رورت کے وقت خون میرے پاس ہو،
ھو، اس کی شمیض کو آگ لگ گئی ہے
وں کے غول سرمئی بیٹیں برساتے ہیں
ن پر تھوکتے ہوئے،
جان لوگے، بدقسمتی
پر آن گری ہے
توں میں چمگادڑیں اور
ستان میں لومڑیاں چلاتی ہیں
ا خوف لوٹ آیا ہے
وبصورت جسم، پرندے کی طرح
ب بسری کے لیئے،
نت پر آن بیٹھا ہے،
رے پچھلے جنم کا بھوگ ہے
مجھے اپنے درمیانی انگلی کو پور کو چبانا ہوگا
بدروحوں کو بھگانے کا یہ،
بہترین طریقہ ہے

سانپ

سانپ
اپنے باپوں کی فطرت پر
پلتے ہیں
جب تک ان کا منہ،
باپ سے بڑا نہیں ہو جاتا،
ایک امن قائم رہتا ہے
جوانی میں انہیں سرداری پسند آتی ہے،
ایک دن وہ تاریخ سے حاصل کردہ
سبق پر عمل کرتے ہیں

مُکتی

میں مکتی کا خواہش مند ہوں
گیان کے رموز سے خبردار ہو کر
موکھش کے زینے پر قدم رکھتا ہوں
آزاد ہوتا ہوں
یہ عمل دنیا کے تمام دکھوں کا
ازالہ ہے،
یوگی، بھگتی کالونی میں،
بسر اوقات کرنے کو
عار نہیں جانتے،
ان کی بزدلی جاتی رہتی ہے،
آتما بلوان ہوتی ہے

علم میں شریک

دوستی کے اظہار میں، لفظوں کو
آٹے کی طرح چھاننا پڑتا ہے
پھر کہیں گفتگو پر
محبت کی منزل آتی ہے،
کچھ لوگ ایسے ہیں جو اس تحفے کو
دیکھ نہیں سکتے، کچھ سن کر سمجھ نہیں سکتے
محبت کے اس تحفے کو
کچھ لوگوں نے ایسی گائے سمجھا
جس کا دودھ سوکھ چکا ہے
ایسے بے عقیدہ لوگ بیمار ہیں،
نیکی اور عقل سے محروم ہیں
گفتگو تو بھوکے کو کھانا کھلانے کے
مترادف ہے
لوگ دوستوں کو اپنے علم میں شریک رکھ

رے بچے

ان بوڑھوں سے تیز چلتے ہیں
موں کی مخلوق سب سے بہتر ہے
ھے جو فاصلہ،
قدموں میں طے کرتے ہیں
انوں کے لیئے دو ہی قدموں کا ہے
میں بوڑھا ہو جاؤں تو تم
ے بلانے پر، چار قدموں کی بجائے
موں سے میرے پاس آنا

خالی دماغ

تمہاری زندگی
ایک دائرے میں بند ہے،
تمہاری حیثیت ایک رسی کی سی ہے
مذہبی رسوم تمہاری بالٹیاں ہیں،
تم نے ایک کنویں کے طواف میں
زندگی بسر کر دی
آج تک اس گہرائی سے
پانی نہیں نکالا
تم بیل ہو، خالی دماغ کی مخلوق ہو
پانی نکالنے کے لیئے،
رسموں کی رسیاں توڑ کر، تمہیں
رہٹ میں جتنا ہوگا

پہلا آدمی

پہلا آدمی ہی سب کچھ تھا،

عظمت کے پیمانے سے بڑا،

تب وہ پوری زمین کو گھیرے ہوئے تھا،

زمین اس کی دس انگلیوں کے برابر تھی،

اس سے ایک مخلوق نے جنم لیا،

جو تمام سمتوں میں پھیل گئی،

اسی کے منہ سے عبادت پیدا ہوئی

کولہوں سے ہنرمند اور پاؤں سے

کام کرنے والے پیدا ہوئے،

اسی کے دماغ نے چاند کو پیدا کیا

روشن آنکھوں سے سورج قائم کیا،

اس کی ناف سے وقت اور

سانس سے ہوا، جاری ہوئی

اس کے سر سے آسمان اور

کان سے زمین نکلی

خالق کی مخلوق نے کائنات کا

ضابطہ بنایا،

پہلے آدمی کے خالق کی عظمت کو سلام

چڑیل

وہ سڑک جو کبھی

میرے قدموں سے دھمکتی تھی،

آج اس پر خاموشی بچھی ہے،

کشیدگی ہوا میں ٹھہر گئی ہے

پتوں پر اضطرابی چیخ، چپ بیٹھی ہے

ہیجان میرا مثانہ بھر چکا

آ بیٹھی پیڑوں پر پتے کھانے والی مخلو

تاریکی سے اختلاط کرتی،

میرے تھوک نگلنے کے بعد ادا ہونے

لفظ کا انتظار کرتی ہے،

بھید کی کوکھ سے، آج پھر

ایک چڑیل

جنم لینے والی ہے

خواہش

خواہشیں برف نہیں ہوتیں

تہہ دار ہوتے ہی،

کبھی نہ پگھلنے والی دبیز تہہ میں

بدل جاتی ہیں

کہانی کا آخری پتہ

درخت سے جدا ہو کر

ہوا میں قلابازیاں کھاتا،

زمین پر پچھی، تہہ پر

بیٹھ گیا،

ایک اور خواہش مرگئی

آتما

چوراسی لاکھ یونیوں پر

برتر درجہ منشیہ کا ہی ہے

یہ یونیاں تو فقط بھوگ یونی ہیں جو

گذشتہ جنموں کے کرموں کے پھل کے انوسار

سکھ دکھ بھوگتی رہیں گی

تجھے کس بات کی فکر ہے،

جسم مرتا ہے، آتما مگر امر ہے

دوستی

دوستی روح کو

بزدلی کی گہری غار سے نکال کر

بلوان بنا دیتی ہے،

اس دوستی کے اُدھار پر

وہ سانپ، بچھو اور شیروں میں

بلا فکر جا سکتا ہے

میں روح ہوں

تو دوست ہے

محبتیں

پہلی محبتیں، شروع ہوتی تھیں

آنکھوں سے،

بڑھتی جاتی تھیں، تحائف کے

پے در پے ارسال سے،

پھر ختم ہو جاتی تھیں، آنسوؤں پر

اب محبتیں، شروع ہوتی ہیں

موبائل سے،

بڑھتی رہتی ہیں بیلنس کی افراط سے

آخر ختم ہو جاتی ہیں،

سموں کے بدلنے سے

جان دینے کی بات

بدقسمت دروپدریاں

ہمیشہ داؤ پر لگائی جاتی ہیں

پانسوں کے کھیل میں،

جب خزانے، جوئے کی نظر ہو جاتے ہیں

زیادہ ہارے جواری، ملتے نہیں

دروپدریاں آخری متاع ٹھہرتی ہیں

ہاری رانیاں، لونڈیاں بنتی ہیں

انہیں ننگا کیا جاتا ہے

تب دریودھن، ہیرا چاٹ کر

جان دینے کی بات کرتے ہیں

بھلوان کا گھر

انصاف کے اُس مندر پر

ہزار بار لعنت ہے جس میں

ایک مقدمہ، سولہ سال سے چل رہا ہے

نشان

ایک کمرے کا کچا مکان

دیوار میں جھولتے، دو پھٹے

دروازے کا سوانگ رچائے لٹکے ہیں

بیری کے نیچے، پرانا ہینڈ پمپ

گھڑونجی پر مٹی کا ٹوٹا پیالہ

کونے کے کچے چولھے میں

لیٹی راکھ،

ادھر ادھر پھیلے کچھ

سلور کے برتن

کمرے کی واحد کھونٹی پر،

میلا، تنہا سلوکا

جھولے، جیسی چارپائی پر

دنیا سے بچھڑا بابا

چار فٹ اونچی کچی چاردیواری

مینگنوں سے اٹی ہے

صحن سے بکریاں غائب

کھوجی حیران ہے، دیوار پر انسانی

گھر سے باہر،

بکریوں کے پاؤں کے نشان نہیں

وہ

سورگ کا سکھ عارضی ہے
ایسے کرم کرنے والوں کو
پھر مرتیولوک میں آنا،
جنم لینا پڑتا ہے،
آواگون بنا رہتا ہے
بارہ سال، بنوں، جنگلوں
رشی منیوں کی صحبت میں رہ کر
تیرھواں سال اگ آتا ہے
پاپ بڑھتے جاتے ہیں
دھرم کی ہانی ہوتی ہے
دشٹوں کے سنگھارنے اور
بھگتوں کی رکھشا کرنے کے لیئے
اپنی شکتی دوارا وہ
پرتھوی پر پرگٹ ہوتے ہیں

ہوا پر سوار

سوم رس پی کر، ہوا مجھے
آسمان میں آزادانہ لے اڑی ہے
میں اس گھوڑے کی مانند
چھلانگیں بھرتا ہوں جس کو
ہلکے رتھ میں جوتا گیا ہو،
میں اوپر جاکر، مقدس آواز کو
سن لیتا ہوں، بالکل ایسے جیسے
ایک بچھڑا اپنی ماں کی آواز سن لیتا ہے
یہاں سے نظر آنے والی، حکمرانیاں
دھوئیں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں
مجھے نہ پکارو، اس وقت میرے پر
بہت طاقت ور ہیں
میں آسمان سے زیادہ، وسیع ہو گیا ہوں
تم چاہتے ہو، میں اس وقت
زمین کو اٹھا کر، کہیں اور رکھ دوں
نہیں مگر میں نے ایشور کے
فرائض نہیں سنبھالے

کمال

جو بھی کرنا ہے، جناب نے کرنا ہے
اس سلطنت پر آپ کی حکمرانی ہے
یہاں کی رعایا پر جو ستم عطا ہوتے ہیں،
آگ ہوتی ہے، خوشبو ہوتی ہے،
طلسمی رات جانوں پر محیط ہوتی ہے
تتلیوں، جگنوؤں، وحشتوں، آنسوؤں پر
آپ کا اختیار ہے،
آپ گلے لگائیں، بہشتوں میں لے جائیں،
زمین میں دفن کریں، آسمانوں کی سیر ہو،
اس گردش افلاک میں شامل،
آپ کی چال ہے،
کس تضادات کی دنیا میں گھر گیا ہوں میں،
کہیں زندگی ہے، کہیں ہجر ہے کہیں وصال ہے
میری سرپرستی میں تو نے میرے سر،
ہر بار ندامت کے سوا کچھ نہیں دیا
آپ کا کیا کیا کمال ہے

لفظ

میں لفظ ہوں، دنیا کا رابطہ
وہ نکتہ، جس پر پہنچنے کی
ہر اک کو آرزو ہے،
مجھ پر تمام ہنر یکجا ہیں
میں ہر سانس میں بستا ہوں
اپنی آواز کو معنی عطا کرتا ہوں
عقل کو میری وجہ سے معراج ہے
میں وہ پیغام ہوں، جس سے لوگ
عقل مند ہیں، مقبول ہیں،
دنیا کی تخلیق کے وقت، مخلوق نے
سب سے پہلے میری آواز سنی
میرے پاؤں زمین پر اور سر
آسمان میں ہے
میری عظمت کو کون ناپ سکتا ہے

غور

میں نے ان کی ایڑیاں
متشکل کر دی ہیں،
مرد کو مادہ منویا سے منور کیا
عورت کو رحم کی قوت سے بھر دیا،
ان کے جسموں کو ہڈیوں سے سجایا
جگہ جگہ جوڑ لگائے، پاؤں پر کھڑا کیا
ان کے سروں میں سوراخ کیئے
زبان اور حواس سے سرفراز کیا
سروں میں عقل کو بٹھایا
وہ غور کیوں نہیں کرتے
اپنے اندر کیوں نہیں دیکھتے

راتیں

میرا اندر آسیب زدہ ہے
ہر وقت کوئی شور مچاتا ہے
زندہ جلانے کے منظر ہیں،
دیوانگی کی باتیں ہیں
عقل مند، سراب اندر سراب لکھتے ہیں
زمین اور آسمان کے درمیان
طلسمی راتیں، لٹک گئی ہیں،
پیاس اور مسافتوں کے چوراہوں پر
جادوئی بھکشوؤں کا قبضہ ہے
پوری رات، کشت سے گذرنے والے
ظہر کے بعد سوتے ہیں

سفید چادر

تسبیح والے ہاتھ میں، بے اختیار
بازو سے جدا ہونے کی
سمھاونا جاگ اٹھی،
تہبند پر چار جیبوں کی صدری بے داغ تھی
عورت پر آدمی کا لبھانا مشکل
پھنسانے کی طاقت زیادہ ہوتی ہے
خستہ حال بیٹی کو، ماں نے
ادھ موا کر دیا
دانوں کا جال، عقل پر بھاری پڑ گیا
زلزلہ، چند لمحوں کا ہی کیوں نہ ہو
ہر چیز تہس نہس کر دیتا ہے
ماں نے بستر کی سفید چادر
مرد کے گرد،
اچھی طرح لپیٹ دی ہے

جالا

یہ نظریں،
کسی مکڑی کے جالے کی طرح رینگ
مجھے جکڑنے والی ہیں
تالیوں کی آواز، تیز ہوگئی ہے
اب وقت ہے کہ مکالمے
کرسی میں آنکھ بند کر کے سنے جائ
چاند سے کہو، اپنا سفر جاری رکھے
عشق کی لکیر، ماند پڑ چکی ہے،
اس سے کہو، یہ جالا
پرانے والا جالا نہیں
میرے بدن میں بڑھاپے،
شکستگی اور تنہائی کے آثار ہیں

شام

انگیٹھی میں بیٹھا،

ایندھن کا جھونکا

بلند ہوتے شعلوں کو دیکھتا ہے

تم نے برف میں، ُمڑ کے

قدموں کے نشان دیکھے ہیں؟

بچے کچھے مشروب کو

حلق میں انڈیلو، گھڑی کو

الارم لگاؤ،

کھائی میں بہتے سرد پانی میں اتر جاؤ

ناممکن

آہنی ہینڈل اپنی جگہ چھوڑ چکے

ایک پیچ پر ٹکا دروازہ

کب تک جھولتا رہیگا،

روشنی کا گھر اناپنے کی کوشش کرو

ہو سکے تو سونگھنے والے کتے بھی،

اس کے پیچھے چھوڑے جا سکتے ہیں

اس سے پہلے کہ پھولے ہوئے رخسار

اپنے اصل سائز میں آجائیں،

میں اپنی گالیاں، بدستور جاری رکھوں گا

بوڑھے ہاتھوں سے اب مالش نہیں ہوتی

دیکھو، وہ سامنے،

ایک نحیف ونزار بوڑھا

دور سے ہڈیوں کا ڈھانچہ دکھائی دیتا ہے

اس عمر میں، چوک کے بیچوں بیچ،

لکڑی پر اکڑے لٹکتے رہنا،

اس کلاک کی مانند جس کی ٹانگیں

بے حس وحرکت نیچے لٹکتی ہوں

ممکن نہیں،

گولے

اس کے معدے کی گہرائی میں
رتی برابر شور نہیں تھا،
لوگوں نے اس کے پاؤں میں
(لوہے کے) گولے باندھ دیئے تھے
پھر بھی میرے لئے رزق اترتا تھا
کبھی کبھی ادھورے ڈراوے اگتے تھے
طعنوں تشنوں کی مدھم آوازوں میں
میری اس سے ملاقات
زیادہ دیر قائم نہ رہی،
گولوں کے وزن نے مجھے
چوتھے ماہ جن دیا تھا

آرزومند

میں نے
اپنی ماں کے خلاف
اعلان جنگ کر دیا تھا،
وہ ابھی کچھ دیر اپنے جسم کی ہیت
پوشیدہ رکھنا چاہتی تھی،
اس کے چہرے پر گناہ کا عکس
لہرانے لگا تھا،
وہ میری روح قتل کرنے پر آمادہ تھی، مگ
جان بچانے کو،
دندناتا ہوا نیچے اترنے کی جلدی میں تھ
یہ کوئی آسان کام نہیں تھا،
ایک غم زدہ روح، اس کے شکم کی
گہرائیوں میں چھپی بیٹھی تھی، اور میں
اس کی شرمساری سے پہلے،
اسے دنیا کے سامنے ننگا کرنے کا
آرزومند تھا

مثال

علت کے بغیر

معلول کیونکر ممکن ہوگا،

علت تو مٹی کی صورت،

اپنی حالت بدل سکتی ہے،

اسکا پہلو تنوع، دھیان کی صورت ہے،

فقط خیال کو دوام حاصل ہے،

اس کے پھٹنے پر ایک دوامی سلسلہ

جنم لیتا ہے،

جس مذہب میں بے پیدائش سے

پیدائش جانی جاتی ہے، وہاں

اس کی کوئی مثال موجود نہیں

دیوداروں کی شاخیں

خدا کے دیوداروں کی شاخیں

سمندروں تک پھیلی ہیں

ستر برس کی عمریں،

خیال کی طرح جاتی رہتی ہیں

مٹی کے قبیلوں کے چاک

الگ الگ بنائے گئے

مغزول دل جنگلوں کو عزیز ہیں

زمین پر کالی نسل، زور آور ہے

آدمی کے ہونٹوں کے نیچے

افعی کا زہر ہے

خوشی

میں کھال کے بدلے میں

کھال دینے والا نہیں

تم چاہو تو میرا سارا مال لے سکتے ہو،

میں ایک ٹھیکرا لے کر،

آنے والے وقتوں کے لئے

بیٹھا رہوں گا

میں دعا کرتا ہوں، نابودگی کی،

اس دن کے لیئے کہ جس دن

میں پیدا ہوا تھا،

اندھیرا اور موت کا سایہ مجھ پر قابض ہے

مجھے تاریکیاں دہشت زدہ کرتی ہیں

اژدھے سے کہو، میری ماں کے رحم کو

بند کر دے

پہلے بھی مجھے اسقاطِ حمل کی مانند

وجود لینا پڑا تھا،

میں خوش ہوتا جو قبر کو پا لیتا

ترک

اپنی آنکھوں میں نیند نہ آنے دینا

نہ اپنی پلکوں کو جھپکانا

کاہل چیونٹی کی روشوں پر غور کر

چھنال، ٹکڑے کا محتاج کر دیتی ہے

اس سے پہلے کہ پکڑا جائے

پڑوسی کی بیوی کے پاس جانا ترک

عورت سے زنا کرنے والا

اپنی جان کو ہلاک کرتا ہے

اس کے مسافروں نے، شریعت

عجائبات دیکھے ہیں

زخم اور ذلت کا بوجھ اٹھاتا ہے

کوئی فدیہ قبول نہیں

زم ادوست

شہ عورتوں سے

وسی کا کام لینے کا زمانہ

آیا ہے،

رتیں، بڑی حد تک

کی ملازم خیال کی جاتی ہیں

اور نائب ناظم کے حکم پر

ی چتر تھامے

نے کے آفتابے اٹھائے

روں میں ہمرکاب رہنے کا کام کرتی ہیں

اہ اپنے خاندان کے اراکین سے ڈرتے ہیں

اہت کے معاملے میں،

، داماد کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا

دے کیکڑوں کی مانند ہیں

پنے والدین کو کھا کر

کر جانے میں،

ق ہوتے ہیں

ائیں ان کی ملازم ادوست ہیں

اپنے اغیر

پرانے ہم مذہب

جو مذہب تبدیل کرنے سے انکار کریں،

ان کو سخت وحشیانہ سزائیں دی جائیں

ان کی کھالیں کھنچوا کر، قتل کر دیا جائے

ایذا دہی کی اصلیت سے

انکار نہیں کیا جا سکتا

ممکن ہے میرا بیان، جدید لفظوں سے

میل نہ کھاتا ہو، پھر بھی

کچے مکانوں پر بمباری کا بیان

نہائت ہی نحیف وکمزور ہے

دھماکوں میں یکا یک سینکڑوں

مرنے والوں پر،

کوئی واویلا نہیں ہوتا

نغمہ

اے، جمہوریت کی دلدادہ قوم

ہم نے تمہیں، تمہارے ہاتھوں

شکست دیدی ہے

تمہارے سپاہی بھی، ہماری قید میں ہیں

مرتبے کے مطابق، ہم ان کی

مدارت کرتے رہیں گے،

اس بار تم نے آئین سے فرار

ہونے کی کوشش کی تو

یہی پسپا، یرغمال طاقت،

تمہیں کچلنے کے کام آئے گی

ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ

فروگزاشت نہیں کیا جائے گا

تمہیں دربدر، بھیک منگوانے کے بعد

قتل کردیا جائے گا

ایسے واقعات، آئندہ پانچ برس میں

ظہور پذیر ہونے والے ہیں

آرڈیننس

ماہرین قوانین کو ہاتھ لگانے والا،

ان کو ایذا پہنچانے والا

فوری، سزائے موت کا مستحق ہوگا

جو کوئی، ان کے برخلاف کچھ کہے گا

اس کی زبان کاٹ ڈالی جائے گی

ایسے تمام لوگ جو ان کی تعلیمات / فیصا

فائدہ اٹھانا چاہیں / پسند کریں

انہیں اس اعلان سے

کسی طرح خوفزدہ ہونے کی ضرورت

چوبی عمارتوں میں بند، لوگوں کو

مع ان کی کتابوں کے،

جلا کر راکھ کردیا جائے

ڈر

میرے تلوے چیونٹیوں سے بھر جاتے ہیں
کوئی میرے سر میں، بہت سی
میخیں ٹھونک دیتا ہے
بدن، بخار میں پھنکتا ہے
مولوی ہر رات
اپنی چارپائی سے کود کر
میری ماں کو مارتا ہے

میرے سارے چہرے پر سوجن ہے
سارا بدن ایک پاؤں پر
لٹک گیا ہے، اعضاء
ڈھیلے سرخ ہو کر
غلاف سے باہر نکل گئے ہیں

میری چارپائی اب بھینسوں کے
باڑے میں بچھی ہے
ادھر میری ماں ڈرتی ہے
ادھر میں ڈرتا ہوں

چائے

وہ دنیا میں
چائے پینے آئی تھی
پہلی چائے
بیس سال کی عمر میں،
اس نے کڑک چائے پی،
دوسری چائے
چالیس سال کی عمر میں،
اس کی چائے ٹھنڈی تھی
آخری چائے
ساٹھ سال کی عمر میں،
جو چائے اس کو میسر آئی،
سوکھی تھی

روپہلی ٹوکری

میں اسے روپہلی ٹوکری میں

سونے کے سیب بھیجنے والا ہوں

جدائی کے ایام میں، ہوسکتا ہے، یہ

اسے برف کی ٹھنڈک دے

مجھے پتہ ہے کہ نرم زبان

ہڈی کو توڑ سکتی ہے

ممکن ہے یہ تحفہ، آخر کو

ٹوٹا دانت یا اکھڑا پاؤں ٹھہرے

اس کا ایسا رویہ

میرے کپڑے اتارنے یا

بجی پر سرکہ ڈالنے جیسا ہوگا

پھر بھی مجھے اس کے ہاتھوں میں

انگاروں کا ڈھیر پکڑانا ہے

وہ رات

کمرے میں تلے انڈے اور

گرم چائے کی مہک گھلی تھی،

وہ رات ہی،

مردہ رات کی باس میں

لتھڑی تھی،

پھر بھی ہم،

روح شریک، بدن شریک پڑے

ہر جانب یرقان زدہ روشنی کا

اجالا تھا،

سارا، صرف غسل خانہ دھوسکتی تھی

باپوں کو غسل دینا،

بیٹوں کا کام نہیں

غلطی تو کسی سے بھی ہوسکتی تھی،

بلی کی آنکھوں کی طرح،

چار، آنکھیں اندھیرے میں چمکتی تھی

اس نے عریانی کو،

سفید چادر سے ڈھک دیا

زہریلی عبارتوں کے عکس

ساٹھ واٹ کے بلب کا ناکافی روشن جھلکارا

اندھا کر دیتا ہے

خوبصورت بدن کو زہریلی عبارتوں کے

عکس میں بدل دیتا ہے

لڑکی کی قمیض، پسینے سے گیلی ہو رہی ہے

اس کی گولائیوں کے ساحل پر

نمک چھوڑتا ہوا پانی، دھبوں کی صورت

حد بندیاں واضح کرتا ہے

ادھوری روشنی کے کھنڈرات میں

چڑیلیں چھپی ہوئی ہیں

اندھیرا ہوتے ہی،

اسیروں کے دل نکال لیتی ہیں

اگلی شام پھر وہی مانوس موسیقیت

شین قاف کی گولائیاں، درست کرتی ہے

روشنی

ہر طرف اندھیرا ہے،
آؤ جنون کی پوٹینشل انرجی کو
برقی رو میں تبدیل کرتے ہیں
حالیہ علم، متروک ہو چکا،
اس کو پرزوں میں تبدیل کر کے
آگ جلاتے ہیں،
مادرزاد اندھوں کو ہم غار کے دور کی
مخلوق دکھائی پڑتے ہیں،
وہ ہماری گدھیوں کے ناخنوں کو
آرائش کی چمک سے خوش رکھتے ہیں
ہماری کھالوں کے نیچے، دائمی چراغ،
بجھ چکا، اب آنکھ کو
ساکٹ سے نکال کر، چینی کی
بیش قیمت، طشتری میں رکھنا ہے

ماڈریٹ

تنور کی لکڑی کی طرح چٹختا بدن،
سوگواری، آہ و زاری
پیچیدہ منصوبے، تشویش کی صورتحال
سب ملے ہوئے ہیں،
آسیب کا سایہ پھیلاتے، علما، اکابری
ایک سازش، بے شمار فتنے
چیخ و پکار، چیتھڑا الاشیں
پرتعیش زندگی کے فتنوں کا شکار
فرائڈ فش، شراب تاش کے پتے
برہنہ ایستادہ لارائیں، مجید نیں
ہم بستری کے کھلے آفرز
معاشرتی برائیاں، جنسی بے راہروی،
امرد پرستی، جبر کا سلسلہ
غسل خانے میں جانے والی لڑکی
برہنہ، گلوبل سوسائٹی کی ماڈریٹ شار
کمرے کے پر ہول سناٹے میں گم سم
اپنے وجود کو مسمار ہوتا دیکھتا ہے

(نور الہدیٰ سید کے نام)

مسٹر پرائم منسٹر

مچھلی والے کی کہانی روزانہ
رہڑیوں پر بکتی ہے
کوئی نہیں مانتا، بچے ایک دن
یکا یک بوڑھے ہو جائیں گے
مٹی کے گھاؤ سے ابھرتا خیال
اپنے ہی لہو میں نہایا ہے
ادھ موئے کو روزانہ
ایک لات رسید ہوتی ہے
مسٹر پرائم منسٹر
زمین کا ہر زرہ، میرے لیئے مندر ہے
وہ مچھلی جسے سمندر نے کنارے اگلا تھا
عالم تحیر میں،
روتی ہوئی پانیوں کو لوٹ گئی ہے

تنوع سے تہی

میرا پیکر، دہشت کا جوہری عنصر ہے،
ننگے بدن کے ساتھ
ننگی عورتوں کا مارچ،
کسی کے پاس، چیزیں پوشیدہ
رکھنے کا کوئی جواز نہیں
جو مماثلت رکھے، کروڑوں میں موجود ہیں
وہ تنوع سے تہی ہو کر
خوشی سے پھولے نہیں سماتیں
یکسانیت، مطلق، مساوات،
پر مسرت نقطہ عروج ہے،
پیوست ہونا، ضم ہو جانا، ایک
دو جنسی وجود قائم ہونا ہے
برہنہ تصویریں،
اس پر ایک جام ہو جائے

بوڑھا انجن

ٹرین کسی کنکھجورے کی طرح

آگے بڑھتی ہے،

اس کے سامنے،

لق ودق صحرا، تاحدِ نظر

پھیلا ہے،

گرمی، حبس اور شور نے

تمام مکھیاں اڑادی ہیں،

پہیوں کے پٹری سے ٹکرانے کی آوازوں سے

انجن کا دم گھٹتا چلا جاتا ہے

پسینے سے بھیگا سر، سیٹ کے پیچھے

ڈھلک گیا ہے،

اب ان کے چہرے پر،

مسلسل مکھیاں بھنبناتی ہیں،

ناظم

ناظم نے دراز سے چند کاغذ نکالے اور دیکھ

کمیٹی کے سب ممبران نے دستخط کردیئے

وہ مسکرایا اور چپڑاسی سے بولا

لڑکوں سے کہو، کلاسوں میں جائیں

آج اسمبلی نہیں ہوگی

بچوں کی سب سے بڑی خواہش پوری ہوگئی

ان کی ورزش اور کھیلوں کا سامان

خرید لیا گیا تھا،

بوڑھا خزانچی، اشک آلود آنکھوں اور

غمگین چہرے کے ساتھ دروازے میں کھڑ

ناظم کو دیکھے جارہا تھا،

خالی ٹیبل

ماچس کی تیلی سے نکلنے والا شعلہ
کسی سنہری پرندے کی طرح،
پھڑ پھڑایا تھا
مکڑی نے چونک کر،
ایکبار پھر جالا بننا شروع کر دیا
تپائی کے گرد پڑی کرسیاں خالی تھیں
وقت تیزی سے بوڑھا ہوتا جا رہا تھا،
اسکا جسم، توند باہر نکل آنے سے
بے ڈھنگا ہو چکا تھا،
گالوں کے ڈمپل، داغوں میں بدل گئے
ریٹائرڈ فنکاروں کی طرح،
شراب خانوں میں بیٹھ کر،
شہرت کے دن یاد آتے ہیں
وقت سے کہو، ویٹر سے پوچھے،
کونسی ٹیبل خالی ہے

کردار

مجھے تمہاری کہانی سے کوئی مطلب نہیں
تم محض ایک کردار ہو جسے
میں جلد مار ڈالوں گا
بڑا ووں کی بستی میں،
ایسے افراد خود سے کھڑے نہیں ہو سکتے
تمہیں معلوم ہونا چاہیئے
دیووں کے معدوں میں،
ہزاروں بونے عمر بھر،
زندگی کو ترستے ہیں

زیر احسان

ہم ایک سرگرداں زمین سے آئے ہیں
جہاں قرعہ اندازی کی بنیاد پر آدمی
دساور بھیجے جاتے ہیں،
ہمیں یہاں لاینحل زبانی احکام پر
خاص تعجب کے ساتھ محبوب کے
ریت ورواج میں جکڑ دیا جاتا ہے
ہم ملحدانہ منتروں کی کھوج کرتے
نقاب پوش چاندنی سے گذر کر
وحشیانہ گونا گوئی کے ادارے کے
زیر احسان ہوتے ہیں

اِندریاں.....

چُھو......!

میرے سر پر چیلوں کا جنگل
اُگ آیا ہے
کسی نے صدقے کا گوشت
پھینک دیا ہے،
اس جنگل میں سانپ اور نیولے کی
لڑائی جاری ہے،
چھوا مکاری سے، خرگوش پر
سبقت چاہتا ہے،
گرگٹوں کا رقص ہے،
کتے زور زور سے بھونکتے ہیں،
بلیاں پنجے اٹھائے
پچھلی ٹانگوں پر چلتی ہیں
بالوں کی اس کربلا میں
میری اپنی چیخیں گونجتی ہیں،
جب ان کا گلا بیٹھ جاتا ہے،
میں ان کی آوازیں، ریوائنڈ کرتا ہوں
درد مٹانے کے لیئے،
کالے پتھروں کی سنگ باری کرتا ہوں
جنتر منتر، چھو.........آ چھو

مہمانِ خاص

میں ایک مندر میں چلا گیا تھا
جہاں نیم برہنہ گوپیاں رقص کرتی تھیں
پجاریوں کے پہلو گرماتی تھیں
ایسے گیت اور بھجن گاتی تھیں جو
آنکھیں بند کر دیتے تھے
روح کی گہرائی میں اتر جاتے تھے
مہمانِ خاص کو حواس باختہ کر دیتے تھے
سرخ پانی، اندر کے سرخ کو
ہیجان میں مبتلا کر دیتا تھا،
ایک بڑا الاؤ اور اس کے گرد کا ناچ
بے خودی کی معراج پر لے جاتا تھا
مجھے کیا پتہ تھا، محفل کے آخر میں
ناگ دیوتا پدھاریں گے اور مہمانِ خاص
آگ پر قربانی دی جائے گی

تحیّر

میرا بدن، ضعیفی کے سبب
کمزور پڑ گیا ہے لیکن
میرے قلب میں ترک لذت کا
احساس بیدار نہیں ہوا
میرے اندر، منفرد تخیلی جہتیں ہیں
جو آج بھی نئے ریوں کی تشکیل کرتی ہیں
جسموں کے، بدنوں کے، انوکھے اسلوب
وجود پذیر ہوتے ہیں،
پہلے سے جانے ہوئے معانی بھی،
لمس کے رس بھی
نئی طرح زندہ ہو جاتے ہیں
مجھے لگتا ہے
جیسے موت کا وجود ہی نہیں
اس سکون آمیز تحیّر میں
نئی تازگی، زندہ ہوتی ہے

نئی بات

میں نے تنگ گلی سے گذرتے ہوئے
اس سے ٹکرانے کی کوشش نہیں کی
وہ تو اتفاقاً میرا بازو
اس کے پہلو سے کھہ گیا تھا
میری خوش بختی کہ اس کے اسی پہلو میں
عشقیہ جذبات بھڑک اٹھے تھے
پھر
کبھی اس کو خوف جکڑ لیتا
کبھی روئیں کھڑے ہو جاتے اور
کبھی اس کا پہلو کانپنے لگ جاتا
اس لمس کا احساس ہمارے درمیان
برسوں زندہ رہا
اسی سے محبت کی نمو پذیری ہوئی
ہمارے لیئے یہ نئی بات تھی، جو
اب بھی نئی ہے

مسلک

ہر شخص
الہامی عقل پر وضع کیے گئے
عقیدوں کا ایک حصہ ہے
بزرگوں کی تائید میں
پیروکاری
اپنی تمام تر شدت کے ساتھ
ضابطہ قانون کا مقصود ہے
مسلکوں کے ناموں کی اصل
مخفی وجوہات پر
تقدس اور احترام میں لپٹی ہے
نادم چوروں سے کیئے گئے وعدے
کپکپاتی زمین، اس پر پھیلی تاریکی اور
پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایستادہ ہیں
تم اپنے حصے کی چاندی لاؤ

خواہش

عورت کو بری نظر سے دیکھنا
اس کو چھونے سے پہلے
دل میں، زنا کا ارتکاب کرنا ہے
بدی کی خواہش، بدی کے ارتکاب جیس
سنگین گناہ ہے
خواہش وہ راستہ ہے جس کے ذریع
ہم کچھ بھی کیئے بغیر
شاندار بدکاریاں کر سکتے ہیں
خواہشیں، تباہ حال کھنڈروں میں رہتی
بالکل برہنہ حالت میں سفر کرتی ہیں
ان کی تکفین کا مطلب
ان کو روحوں کو سونپنا ہوتا ہے
ان پر ہماری
شاہانہ رسومات کا
اطلاق نہیں ہوتا

بھوکا کتا

شہر کے چوراہے پر
ایک کتا، روزانہ کی بنیاد پر
پابندی سے بھونکتا ہے
شروع میں کچھ لوگ
اسے غیر معمولی سمجھ کر رکتے تھے
اب وہ اس عادی بھونکے کو
تماش بینی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے
کتے کے ارمان، روزانہ اس کے منہ میں
دم توڑ دیتے ہیں،
کتا دراصل، بھونکتا ہی کتوں کے لیئے ہے
انسانوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں
کتے کی بھونک میں چھپے راز
انسانوں کے لیئے نہیں ہیں
وہ تو بھوکے کتوں کے لیئے ہیں،
انسانوں میں تو کوئی بھوکا،
ہے ہی نہیں

تسکین

کسی چلم میں پڑی راکھ میں
معدومیت اگتی رہتی ہے
اس کے ذروں میں چھپی چیخیں
کسی کو سنائی نہیں دیتیں
کبھی کھلی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے
اس کو لوریاں سناتے تھے
اس کا خالق، رگڑ کر اسے کندن بناتا تھا
جب چاروں اور اس کی خوشبو
پھیل جاتی
اس کی چاہت والے،
اس کی خواہش میں پاگل ہو کر آہیں بھرتے
محبت کی انتہا ہوئی اور کسی عاشق نے
اپنا دل ٹھنڈا کرنے کو
اس میں آگ لگا کر
تسکین اپنے اندر انڈیل لی
اب اس کے بے جان ذرے
ڈھیر سے ڈھیر
ہوا میں تحلیل ہو رہے ہیں

مصرعہ

حکم ہوا کہ نظم پڑھی جائے

شاعر نے نظم پڑھی جو

ایک مصرعے پر مشتمل تھی

دونوں نے زیرِ لب اس کو اس طرح دوہرایا

جیسے وہ کوئی خفیہ عبادت یا کلمہ کفر تھا

دونوں زرد چہروں کے ساتھ

ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے

شاعر نے محل سے نکلتے ہی

خودکشی کر لی

بادشاہ اب گداگر ہے، سلطنت کے

طول و عرض میں بھٹکتا پھرتا ہے، حالانکہ

اس نے یہ نظم کبھی نہیں دوہرائی

(بورخیس..... محمد عاصم بٹ کے نام)

جیون مور

زندگی کا ہر نیا دن ہم

اشرفیاں چاٹنے میں گذارتے ہیں

ہمیں اس کے بہت سے جنتر منتر یاد

ہم پتھروں کے منہ سے چیخیں نکال

دہشت سازی کر سکتے ہیں

شیر کو ایک اشارے پر نچا سکتے ہیں

برف کو آگ میں بدل سکتے ہیں

سورج کو زمین چٹا سکتے ہیں

سنہری شام کی انگلی پکڑ کر

جیون مور نچا سکتے ہیں،

ہماری زبان پر، اینٹ کا

اسم اعظم اترنے تو دو

لحہ

تیرے محلے کی بند گلی سے

یں ایک لمحہ پکڑ لایا ہوں

جو بس گیا ہے

تیرے اور میرے، درمیاں

س ایک نظر ہی میں،

یں اب بھی کھڑا ہوں

جسے تو جی رہا ہے

لگتا ہے، مجھے بھی، جینا آ گیا ہے

س لمحے کو ٹھہرا رہنے دو

یرے اندر ایک سیٹی

بجنے لگتی ہے،

یرے نام کے بغیر

بند راستے

لوگوں نے، قبریں آباد کرنا چھوڑ دی ہیں،

اب سرخ اینٹوں اور کالی سڑکوں پر

لال کھیت اگ آئے ہیں،

بنیادی سہولتیں، دروازوں سے ہٹ گئی ہیں

ہیجان بھرے، لرزتے لمحوں کو

پنجروں میں بند کر دیا گیا ہے

چلمنوں کے اٹھانے سے معلوم پڑتا ہے

کس کو کہاں لگی

برا لگنے کی کڑواہٹ تو ہر کسی نے

اپنے کسب سے، اپنے وجود کو

سرور میں ڈوبا رکھنے کو، بوئی تھی

آقا جانتے ہیں، یہ بھاری کالے بوٹ

ہم نے اپنی گردنیں

دبوانے کو بلائے ہیں

امکان

دنیا تو آنکھ میں سمائی ہے
کھلے گی تو آفاق بھی کھلے گا

یادوں سے پردے ہٹاؤ
شریانوں کو سیراب کرنے کا موسم ہے
کومل احساس نے، مٹھی میں لکیروں کی صورت
ساحلوں کی ریت کو جکڑ لیا ہے
جسموں کی کشتی پر سوار ہو کر
کئی زمانے بتائے جا سکتے ہیں
زندگی کو ریورس گیر میں ڈال کر
جنموں کی سرگوشیاں سنی جا سکتی ہیں
میں فرنٹ سکرین میں اپنا،
آنے والا کل، دیکھنا چاہتا ہوں
زمانہ مجھ پر منکشف ہو رہا ہے
ایک جنم سے دوسرے جنم میں جھانکنا
اتنا مشکل بھی نہیں ہوتا

ادھار کی زندگی

کسی کی بتائی طریقت پر چلتے
میں نے اپنی زندگی ترک کر دی
وقت سے پہلے خودکشی کر لی
مجھے پتہ ہے، میں یہ یدھ ہار جاؤں گ
میرے بدن میں پکتا ہوا،
دکھ کا گودا، کہیں درج ہونے سے پہ
بہہ کر معدوم ہو جائے گا
دوسروں کا جنم گذارنے والو
تم نے وہ تمام لمس، حدتیں کھو دیں
جو تمہارے حصے میں آنے والی تھیں
اب جو میں، کالی شبوں کی گھپاؤں م
اپنی انا سے زندہ ہوں
نکلنے کی لاکھ کوشش بھی کر دوں تو
نکل نہیں سکتا
ایک دھارے سے کاجدا ہوا پانی
لوٹ کر آمیں کبھی نہیں جاتا

رک پاس

صاحب!

م غریب لوگ ہیں

خراتنی رقم کہاں سے لائیں

راباپ دن بھر اینٹیں ڈھوتا ہے

ری ماں لوگوں کے گھروں میں

ائیاں کرتی ہے، کپڑے دھوتی ہے

نسل تو میں نے ادھار لی تھی

ے پتہ ہے میں بڑی کلاسوں تک

ھ نہیں سکوں گی

دن میرے ماں باپ تھک جائیں گے

ں کے بڑھاپے سے پہلے

ے تعلیم دلوانے کا شوق مر جائے گا

ن میں ادھوری تعلیم سے

اشرے کی کچھ بہتر، فرد بن جاؤں گی

ی رئیس کو 'میٹرک پاس'

رانی مل جائے گی

داخلہ

پرچی تو اس کے پاس نہیں تھی

صرف کئی سالوں کی ناکامی کا تجربہ تھا

آخر اس نے خود کو پرچی بنانے کا

ارادہ کرلیا

بال رنگتے ہی اسے انٹرویو کے لیئے

رات کا وقت دیدیا گیا

اگلی صبح وہ کسی کی

ملازمت میں تھی،

چھوٹے بھائی نے تجربہ سے ہی

کچھ سیکھ لیا

اسی دن وہ بھی، کسی مدرسے میں

نوکری لینے پہنچا تھا

کھانے کا وقفہ

ان کے حنائی چہروں پر

یرقانی فکروں کے آثار ہیں

گھن اور گندگی نے انہیں، لپیٹ رکھا ہے

یہ بچے، کھالوں کے نیچے بچ جانے والی

چربی صاف کرنے پر مامور ہیں

پنسل کاغذ پکڑنے کی آرزو رکھنے والے یہ ہاتھ

کیمیکل میں ڈوبی کھالوں سے کھائے جا رہے ہیں

فلائی اوور کے نیچے کی دو کانیں بند ہوگئی ہیں

کارخانے میں چھٹی اگلی صبح ہوگی

ابھی کھانے کا وقفہ ہے

پلاسٹک کی بوتلوں کا پانی،

خشک روٹیوں کو نرم کر رہا ہے

برہنہ پرچیاں

نحوستیں کالی چادروں سے نہیں جاتیں

بیماریاں، صحت کی طرف نہیں لوٹتیں

تمہاری زندگی میں کسی شریک حیات

رتی بھر امکان نہیں

عملیات کا شرف، عقیدہ ہے

نگار خانوں میں برہنہ پرچیاں

اڑتی پھرتی ہیں،

بھوک میں، پیاس میں

ساری دلکشی، دھندلا جاتی ہے

بیل کٹوروں میں پانی نہیں پیتے

نیلگوں روشنی میں، صوفے پر لیٹا

پکی عمر کا آدمی، انگلی سے

اشاروں سے عملیات کرتا ہے

عورت کپڑے اتارنے سے ننگی نہیں

اپنے کرتوتوں سے ننگی ہوتی ہے،

محرومیاں ساری انسانی قدریں بگاڑ

چادریں زیبائش نہیں،

نحوستیں ہوتی ہیں

آنکھ کا لگنا

چانک ٹوٹی نیند،

وبی تھکی تھکی سی ہوتی ہے

لق میں کانٹے

بان تالو سے چپکی

کسیلے دھوئیں کی آلودگی کا

ہر گھولتی ہے،

آنکھیں تاریکی میں،

سرکنڈوں کی جھونپڑیاں،

گندی گلیاں تلاش کرتی ہیں،

رن، سوچ اور دکھ سے نڈھال

نفریت کی طرح اکڑا ہوتا ہے

گہرے اندھیرے میں، پھر سے

یر تک کروٹیں پھرانی ہوں گی

ات کے پچھلے پہر

وبارہ آنکھ لگ جائے گی

خودغرض

میں نے بیل کی طرح،

سر کو ہلایا تھا،

اس لڑکی نے پائپ بڑھا کر

میرے ہاتھوں کے کٹورے کو بھر دیا،

حلق میں اگے کانٹے، مرتے گئے

پانی روح کی گہرائیوں میں اتر گیا

صدیوں کی پیاس بجھ گئی

ٹھنڈک اور سکون غالب آ گیا

بھلا ہو اسکا، اب پیاس یاد ہی نہیں

اس کے خدوخال، نشیب وفراز

یاد آتے ہیں

ہجرت

سربریدہ بدن
چھلنی ہیں،
ان پر گدھوں کی
نیچی پروازیں،
جسم کی تپش
منکشف کرتی ہیں،
گردنوں سے جدا ہو کر
روحیں ماتمی رقص کرتی ہیں
تھوڑی دیر میں، یہ بھی
چیتھڑے ہو کر
مکان ولامکان کی
وسعتوں میں،
معدوم ہو جائیں گی

آزاد

میرے سامنے رکھی، خالی کرسی پر بیٹ
کون میرے چہرے پر نظریں جما
بار بار اپنے بال سنوارتا ہے،
میرے اندر بسی، ہر گھڑی کو
ٹٹولتا ہے
اس نے اپنی دونوں ہتھیلیاں
میرے سامنے، میز پر پھیلا دی ہیں
مجھے لکیریں پڑھنی نہیں آتیں
میں اپنے جادوئی گلوب میں،
اسے کسی اور گھر میں،
بسا دیکھتا ہوں،

تنگ

سنو! میرے لیئے

ساتویں سمت ایجاد کرو

گفتار کے مرہم، شافی نہیں رہے

شرق، مغرب، شمال، جنوب سب

ثمن ہوئے

ن سب کو الٹ پلٹ کر،

نئے سرے سے تعمیر کرو کہ

سورج مغرب سے نکلے

پھر

وپر، نیچے کو آپس میں بدلو

ا کہ میں ایک جانب روانہ ہوسکوں

یرے آنے والی نسلوں کے لئے

ی وراثت، میراث ہوگی

عکس

یہ کیا کرتے ہو،

جانتے ہو،

مجھے گرانے کا مطلب کیا ہے

یہی کہ تم بھی گر گئے ہو،

میں تمہیں اس طرح

زمین بوس ہوتا

دیکھ نہیں سکتا

یہ تاریکیاں،

تمہیں بھی معدوم کردیں گی

سب غلط ملط ہو جائے گا

مجھے اتنا تو کھڑا رکھو کہ

تمہارا شرف قائم رہے

جسمانی تقاضوں کا ابال

کیا محبت، ایک وقتی جذبہ ہے

اس میں پائیداری نہیں ہوتی؟

تیقن کی تلاش ایک ویژن ہے؟

جوار بھاٹے سے گذرنا،

تسکین لاتا ہے،

جسمانی تقاضوں کا ابال

نقابوں میں چھید پیدا کرتا ہے

پتہ نہیں چلتا کہ کپڑے پہننا

زیادہ اہم ہے یا پھر انسانیت

جنتی عورتوں کو عربی لڑکے گھیر لیتے ہیں،

شر سے پناہ، کہیں بھی ممکن نہیں،

شخصی آزادی پر قائم معاشرہ

سر سے حجاب اتار کر، میز پر رکھ دیتا ہے

لمبے عرصے کی کمٹ منٹ

گرما گرم بحث سے زیادہ کچھ نہیں

کہنہ زمانوں کا بوجھ

تمارے حکم پر

یہ دنیا میں نے

کاندھے پر اٹھالی تھی

اس کے سب پلوں کو

کہنہ زمانوں میں بدلا ہے

زبان بندی کے سفر کاٹے ہیں

اب رگوں میں برف بیٹھ چکی

اس سے پہلے کہ میں

اس بوجھ تلے دب جاؤں

میری منزل بتا تا کہ

میں اسے اتار پھینکوں

تمہاری باری ختم ہوئی

اس بار حکم میں دوں گا

مضمرات

ڈھلتی عمروں کے امراض
آخری سانس تک پیچھا کرتے ہیں،
ہسپتال میں اس طرح لیٹ جانا کہ
بیٹھا ہوا بھی نہیں، لیٹا ہوا بھی نہیں،
تکیئے پر لمبے سفید بال پھیلائے
دھیرے دھیرے سانس لینا،
انجام کو موخر کر سکتا ہے،
میرے بچے نسل کے معاملے میں،
ضرورت سے زیادہ اچھے ہیں،
مجھ پر کیا موقوف، وہ تو جانوروں کی بھی
ضروریات کا خیال رکھتے ہیں
روتی ہوئی میرے گھر کی کالی کتیا نے
انہیں اعصابی طور پر بے حد متاثر کیا ہے،
اس کی چیخیں میری
جدائی کے صدمے کی یاد کے مضمرات بھی
یاد دلائیں گی

ٹپ

دنیا میں،
یسوع جیسا کوئی پیدا نہیں ہوا،
لیکن اس نے دفنانے کی رسم چھوڑی
بوڑھی ایک گھوڑا گاڑی پر
میت لے کر آئی تھی،
اس نے گورکن سے کہا،
میں تم سے رحم کی طالب ہوں،
میرے پاس زمین کی رقم نہیں،
گورکن نے کہا، زندگی میں کچھ کام
مسیح کے نام پر ثواب کی خاطر بھی
کرنے چاہئیں
قبر سے فارغ ہو کر، عورت نے شکریہ ادا کیا
جاتی ہوئی عورت سے گورکن نے کہا،
ٹھیک ہے مادام، زمین کی قیمت نہ سہی
مگر میری ٹپ
عورت بے چارگی سے اس پر آنکھیں جمائے
کھڑی رہی،
گورکن نے دو فائر کیئے تھے

میرے پیچھے لگا اگلا وقت

نقطے سے، دائرے میں دھکیلنے سے پہلے
میرے معلوم کو نامعلوم میں بدل دیا گیا
بھید آدمی کی خوشیوں کو بھی
ایک وہم میں لپیٹے رہتے ہیں،
ان لمحوں پر خوف کی چادر
تنی رہتی ہے،
بے حسی کی ساعتیں، موہوم زنجیر میں
پروئی نہیں،
میں نے کئی بار کائناتی دھماکے تک
رسائی پائی ہے مگر
کعب قوسین کے پار وہ پہلا نقطہ
نہیں مل سکا۔

آوازیں

میں اب بھی، کالے کتے کے کھلے منہ
خود پر ٹوٹ پڑنے سے خوفزدہ ہوں
اس لوٹ کھسوٹ میں وہ میری کچھ کھا
کچھ بوٹیاں لے جائے گا
اس لحیم شحیم کے سامنے دیر تک کھڑا رہ
گرے ہاؤنڈ کی کہانی دوہرانے کا عمل
میں کب تک اپنے اعصاب
اشاروں کے ساتھ
اس کو بہلاوا دیتا رہوں،
میں اس کی زبان نہیں جانتا،
وہ صرف آنکھوں سے، دانتوں سے بات ک
میں خود کو ذہنی طور پر آمادہ کر رہا ہوں،
مجھے معلوم ہے آنکھیں بند کر لینے سے
کچھ حاصل ہونے والا نہیں، اب
میرے بدن سے اس کے پنجوں کی
نوچ کھسوٹ کی آوازیں آنے لگی ہیں

نیوں پر بیٹھا کوئی

رکی آخری صف میں بیٹھے
ن، ہمہ گوش آدمی نے
ں کے پہرے میں لب سی لیئے ہیں
بھا ہے کہ لوگوں نے مشاہدہ چھوڑ کر
دیکھے، مفروضوں کو
یدے کے مقام پر فائز کرلیا ہے،
ے تو آسمان میں، طوفانوں میں،
علوں پر، کناروں پر، بگلوں میں،
ت کا شور سنائی دیتا ہے
ے درختوں کی ٹہنیوں پر بیٹھا کوئی
، چہرہ، بے وجود، کائنات کا
ن کی ہریالی کا، خدا دکھائی پڑتا ہے
ت کی کھٹائی میں، ابلتے حالات
نے ہاتھوں کی بے اختیاری
اہیاں دیتے ہیں
ں کتابوں سے نکل کر دیکھو
ف زادے، خاک نشین ہوئے ہیں

گھمبیرتا

غلط جگہوں پر مسکرانے والی لڑکیاں
ہمیشہ گھامڑوں کے ہاتھ لگتی ہیں
مشیت الٰہی سے ان کی آرزوؤں کے چراغ
یک لخت بجھ جاتے ہیں،
یہ جسے دوسری گلی کا کتا سمجھتی ہیں،
ان کی باچھیں بھونکتے ہوئے
ٹیڑھی ہو جاتی ہیں،
ان کو ڈالروں کی گڈیاں سونگھا کر
تلوے چٹانے کا کام دیا جا سکتا ہے
فلاحی اداروں کے یہ ورکرز،
سرمئی دیواروں کی گھمبیرتا لپیٹے
نیم تاریک صحنوں میں اب
عمر رسیدگی کا خزانہ لیئے ٹہلتے ہیں

بھونکنے کا عمل

تنہا درخت کے سامنے،
جس پر پھل بھی نہیں لگے
ایک کتا، مسلسل بھونکتا ہے،
پیالی کی دوسری طرف بیٹھا آدمی،
پرچ میں بجھے سگریٹ جمع کر چکا
قربان گاہوں میں انسانوں کا فقدان ہے،
شاخوں پر لٹکتی آنکھیں،
آسمانوں میں غوطے لگاتی ہیں
ٹھٹھری ہوئی رات میں بارش کی ٹپ ٹپ
کسی بیوہ کی آہوں کی طرح
اپنی چوڑیاں توڑ دیتی ہے،
نینداور خوشبو ایک ساتھ رخصت ہو جاتے ہیں،
کالے سینے کالے پروں میں سمیٹ کر
بنی آدم کو زندہ رکھنے کا منصوبہ
کس کا ہے
بنسری سے پھوٹنے والے نغموں کو
غیبی شہادتوں کا امین رہنا ہے
دل کش دنیا کی رنگینیوں کے حضور
سحر زدہ روحوں کو تنہا درختوں کے سامنے
بھونکنے دو

نوادرات سے ہاتھ دھو

میں اپنی روداد جس میں
بے شمار نفرتیں لکھی ہیں
ضائع کر دینا چاہتا ہوں
اجڑے تیزاب زدہ ہاتھ،
سہمی ہوئی لوریاں
آنکھوں کی گہرائی میں،
سینکڑوں فٹ ٹھہرا پانی
اندر کے غاروں میں بند
بدتہذیب گالیاں،
موت سے پہلے
دفن ہو جانے کا غم
خوف کے بڑھتے ہوئے خنجری ہات
خواہشوں کی اکڑی ہوئی لاشیں
بند مساموں میں پھڑکتے نمکین زخم
ایک لمبی مدت مقفل رہے ہیں
اب نوادرات سے ہاتھ دھونا،
مجھ پر مشکل پڑ رہا ہے

ساکت روحیں

ہمارے ہاتھوں میں،
اتنی چابیاں دیدی گئی ہیں کہ
تالوں کی شکلیں بھول گئیں
مایوسیوں کی گنتی
ہماری شخصیت کا تجربہ بن کر
کواڑوں کی شکل اختیار کرگئی ہیں
لگتا ہے ہمیں بے معنی دنیا میں
پھینک دیا گیا ہے
ہمارے اندر، وجود رشتہ
سماج سے جوڑنے کا کلیہ
رکھا ہی نہیں گیا
ہم نے زندگی کی لایعنیت پر
بہت غور کیا لیکن
ہماری مشقتیں بھی لایعنی رہیں
یوں بھی ہم اپنا رشتہ
مشقت سے جوڑ نہیں سکے
زندگی کا جغرافیہ پڑھتے ہوئے
ہر جانب کھنڈر دریافت ہوئے
بے کاری میں امکان بنانا
مشکل امتحان تھا،
تب ہم نے آسمان بنانا شروع کردیا
کیڑوں مکوڑوں کے شہر میں
ہماری سحر زدہ روحیں
موجود اور معدوم کے
عین وسط میں
ساکت ہوگئی ہیں

کل شام ۵ بجے

اُس وقت
میرے دل کی دھڑکن
یکا یک رک گئی تھی
بولو، وہاں تمہیں
کل شام پانچ بجے
کیا ہوا تھا

حاضری

تمہارے اس کمرے میں
جگہ جگہ، میری حسرتیں
آہیں، آنسو، بے چینیاں،
اذیتیں، دکھ، غم
لکھے ہیں
اب تو اس کی دیواروں پر
کوئی جگہ نہیں بچی،
اس کمرے میں جس کرسی پر
درجنوں آدمی بدلے ہیں
میں پچھلے سولہ سال سے
طلب کیا جاتا ہوں،
مجھے غیر حاضر ہونے کی کبھی
اجازت نہیں ملی،
میرا گھر، میرے بچے، میرا وسیلہ رزق
تم نے سب برباد کر دیے،
اب میرا بدن، دل کا، شوگر کا،
بلڈ پریشر کا، جوڑوں کے درد کا
شکار ہے،
یہاں کی دیواروں سے ٹکراتے ٹکراتے
میرے ماتھے پر گومڑ پڑ چکے ہیں
اے کمرے والو!
اللہ تمہیں نیک اجر دے

عارضی جدائی

اداس نہ ہونا،
خاموشی سے گھبرانا نہیں
زمینیں ہمیشہ سے آباد ہوتی رہی ہیں،
تم اس نئے دیس میں
پہلے آدمی نہیں ہو گے،
تم سے جدا راستوں کی
تنہائی میں رہ کر،
تمہارا چہرہ
اپنی آنکھوں میں بسا کر رکھیں گے،
تمہاری مسکراہٹیں، تمہارے آنسو
ہم سے کبھی جدا نہیں ہوں گے
جب تمہارا دل گھبرا جائے گا
تو ہم تم سے آن ملیں گے
پھر ہم مل کر پرانا زمانہ
یاد کریں گے
بس تمہیں ریٹرن ٹکٹ بھیجنا ہے

کچی پنسل کے شاہکار

ساری شبیہیں
کچی پنسل سے بنائی جاتی ہیں
جو صرف ایک ریزر کی مار ہوتی ہیں
دنیا کے تختہ سیاہوں پر،
دانش کی کتابوں میں،
ساری زمین، در حقیقت بے آباد رہتی ہے،
میزوں کی، کرسیوں کی، اینٹوں کی عمریں،
چہروں کی سرخی سے کہیں زیادہ ہیں،
اس کے بچھائے راستوں پر، ہم
خوابوں کی مانند آتے ہیں، جاتے ہیں،
ہر تصویر بنانے کے بعد، مصور
نئے نقش بنانے کی خاطر
ان کو مٹا ڈالتا ہے،
اسی مٹی کی تختی پر،
نئی صورتیں بناتا ہے،
کچی پنسل سے

نقطے کا اسیر

میں تمام عمر ایک چھوٹے سے
نقطے میں بند رہا، جو
کل کا پرتو تھا مگر
میں نے زندگی، ایک چھوٹے تالاب میں
مینڈک کی طرح،
ٹرٹر کرتے گذار دی
لوگ کہتے رہے آگے بڑھو،
آگے ایک سمندر ہے مگر وہاں
مینڈکوں کو مگرمچھ کھا جاتے تھے،
کیسا جہان تھا جہاں
ہر شے، بڑی شے کا
لقمہ بن جاتی تھی
آگے پیچھے کے دن، کوئی تبدیلی لائے بغیر
ٹھہرے رہتے تھے
میری عبادت کا دائرہ،
روٹی سے شروع ہو کر، روٹی پر ہی ختم ہو جاتا تھا
میں ہر دم پھولی ہوئی گرم روٹی کا طالب تھا،
میرے ارد گرد تمام عمر، مزدوروں کا
جمگھٹا رہا،
ہر کوئی چھ روٹیوں کا طالب تھا
پھر بھلا میں پیچھے کیسے رہ سکتا تھا

زندگی کا رس

پنجروں کا ایک غول

میرے پیچھے بھاگ رہا تھا

تنگ سیڑھیوں میں محصور ہوتے ہی

میرا دم گھٹنے لگا

یکا یک کسی نے میرا ہاتھ تھام لیا،

ہم ایک دالان میں اترے تھے

جہاں سنگ مرمر کا

ایک چبوترہ تھا،

اچانک اس کا لباس بدل گیا،

شعلہ رنگ، آگ جیسا، گوٹے والا دوپٹہ

پیٹھ پر ایک بڑا سا پرندہ،

اب وہ تھا نہیں، تھی،

اس نے مجھے ایک پیالہ مشروب کا

تھما کر کہا،

لو میری زندگی کا رس پیو،

میں نے اپنا وجود خالی پا کر،

غٹا غٹ پیالہ خالی کر دیا،

اس سے پہلے میں نے کبھی

خون نہیں چکھا تھا،

میں نے اسے دھکا دے کر،

بھاگنا چاہا مگر اسی دھکے سے

اسکا پنجر، سرمہ ہو کر زمین پر گر گیا

ایک بھیانک قہقے میں، کسی نے کہا،

اب تم کہیں نہیں جا سکتے،

میری آواز بھی وہیں کہیں،

ٹوٹ کر بکھر گئی تھی

شرمندگی

بوڑھے مرد کی آمد پر

مجھے موت کی دھمک سنائی دیتی تھی

کوئی کتا میری پنڈیاں، چپڑ چپڑ چاٹتا تھ

سفید جھولتی مونچھوں کے نیچے،

رال بہاتی تھوتھنی

ڈھیلے ڈھالے ہاتھ،

میرا کلیجہ نکال کر چباتے تھے

شرمندگی کا احساس مجھے

پانی پانی کر دیتا

بند مٹھی کی آواز

خون آلود آنکھیں کھولتے ہی

میں نے چھت تک لی تھی،

یکا یک میرے اندر فخر کا

احساس جاگا تھا،

منظر ایک حسین ملاقات میں

بدلنے والا تھا،

یرے حلق سے خرخراہٹ نکلی

پتہ نہیں، رخصت ہونے کا

وقت آ گیا تھا، یا پھر

نحوس زندگی لوٹ رہی تھی

وپر آسمان میں کئی گدھ منڈلا رہے تھے،

یرے دائیں بائیں سفید ریش،

سفید چوغوں والے گلاب کے ہار لئے

کھڑے تھے،

ا یک آسمان غائب ہو گیا، سب کچھ

ائب ہو گیا

ور کہیں پیں پاں کرتی سائرن کی آواز

عدوم ہوتی چلی گئی

بے صبرا

میں نے تو صرف اظہار بندگی کیا تھا

وہ اچھل کر میری گود سے لٹک گئی

مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ تیل کی پھسلن میں

تر ہے،

اس کی چھاتیوں پر دن کا اجالا

غلاظتوں سے بھرا دکھائی پڑتا ہے

رات ہوتے ہی ان کی مکروہ صورت کا

احساس کہیں گم ہو جاتا ہے

تم نے بوچڑی کے پاس،

چھچھڑوں پر پلتے گدھوں کو دیکھا ہوگا

وہ تو زندہ جانوروں کا گوشت بھی لے اڑتے ہیں

اب میرے بچے کہتے ہیں کہ گھائل مٹی کی

ایک آدھ بوٹی ہم بھی نوچ لیں تو

کوئی فرق پڑنے والا نہیں،

ہم مل جل کر، اس کے مسخ کرداروں کو

لاشوں میں بدل کر،

خوبصورت مرمر کی قبروں میں دفن کیوں نہیں

کر دیتے

یہ طوق یوں تو اب ہماری گردنوں سے

اترنے والا نہیں

سفر

میری ذات ریت میں بدل گئی تھی
اسے ٹھنڈا ہونے میں شائد
صدیاں لگتیں،
یا پھر ایک ہی شام
میں برہنہ، چھپنے کو پتے تلاش کرتا تھا،
پرندے شرم سے، اپنی آنکھیں بند کر لیتے
انہوں نے گھاس کے بے شمار تنکے
مجھ پر پھینکے
گوشہ عافیت کی تلاش کا سفر
جاری رہا
ایک غار میں پناہ لی تو وہ پہاڑ
غائب ہو گیا،
ایک دنیا تھی جہاں انسان
چوپایوں کی صورت میں پھرتا تھا،
اس نے قسم قسم کی آلودگی سے
اپنا بدن ڈھانپ رکھا تھا
وہ خون ریزی سے اکتائے لوگ تھے
انہوں نے پناہ دینی بند کر دی تھی
عافیت کی تلاش میں لمبا عرصہ گذر گیا
پھر مایوس ہو کر، میں
ہوا میں بغیر کھونٹی کے لٹک گیا
اب فضا میری سفرگاہ تھی

اسطورہ

زگ زیگ چلو،
سیدھا چلو گے تو کوئی نہ کوئی
تمہارے ہاتھ میں چاقو تھما دے گا
پھر تمہیں وہ آدمی زندہ کرنا پڑے گا
جسے تم دوبارہ مار سکو
تمہیں اس کے مرنے کے بعد کی کہانیا
خود سے گھڑنی پڑیں گی،
یہ کوئی ادبی تخیل پارہ نہ بھی بن پائے مگر
کچھ عرصے کے بعد اسے اسطورہ میں
شامل کر لیا جائے گا،
تب یہ جاننا مشکل ہوگا، یہ صفحہ
کس نے لکھا تھا،
گھڑی گئی کہانیاں، ماورائی ہوتی ہیں،
ان کے سچ کی تلاش کا سفر تمہیں
دوغلے پن، تنازعات کے باوجود
بیس سال کی عمر میں اختیار کرنا پڑیگا

بدی زندگی

حرائی طوفان، اندھی رات میں

م توڑ گیا،

ری پیاس نے خوف کو

و چند کر دیا،

پھٹنے تک گھوڑا مجھے

ناروں کے جھنڈ کے پاس لے آیا،

ہاں کے لوگ لافانی رہ کر

ر چکے تھے،

ن کے جسموں کو موت نے

ئی چند کر دیا تھا

نی سے بھرے مرتبان کو دیکھ کر

س نے جھلسے صحرا کو تھوڑی دیر کے لیئے

ملا دیا،

س نے جان لیا تھا کہ اس امرت رس کو

ینے کے بعد میں ابدی زندگی

مداز موت پانے والا ہوں

سو چکی قدیم صحبتیں

ہر فعل، آخری ثابت ہو سکتا ہے

ہڈیوں کی دریافت،

ہمارے افعال کی گونج ہے،

بھول بھلیوں میں گم آدمی،

لمحۂ گمشدہ ہے،

ہمارے افعال لاکھ جائز سہی،

اوڈیسی کو پھر سے تخلیق نہیں کیا جا سکتا

سو چکی قدیم صحبتیں

زندہ نہیں کی جا سکتیں

ہومر کو زندہ کرنا ہے تو زمین سے نکلی

ہڈیوں کا اجتماعی DNA کراؤ

ممکن ہے یہ حقائق کا حصہ نکلیں

ہم دو مرتبہ الوداع نہیں کہہ سکتے

پروں پر لکھا خواب

بوتل میں گدلا پانی موجود تھا

صابن دانی، زنگ کھا چکی تھی

اپنی خباثت سے کوئی اسے

ساتھ والے کموڈ میں پھینک گیا تھا،

سارا خواب پرندے کے پروں پر لکھا تھا

پستول والا آدمی، سکرین توڑ کر

باہر نکل آیا

اگلی قسط میں، وہ تین قتل

کرنے والا تھا،

نیند کو شدید محنت کے ساتھ، خود پر

دوبارہ طاری کرنے کے لیئے،

لمبا کشٹ کاٹ چکا تھا،

بعدازاں اسے قتل کر دیا گیا

منہ پھاڑے لیٹی زمین

کتے، بے قاعدہ دیواروں کے سایو

میرا تعاقب کرتے رہے،

ان دیواروں پر قدیم ترین،

انسانی تحریریں کندہ تھیں،

حیرت کی بات تھی کہ ان کا

ایک بھی حرف، دوسرے سے نہیں م

میرے سامنے ایک ہولناک غار،

منہ پھاڑے زمین پر لیٹا تھا،

اس نے میرے پاؤں کی جھلساہٹ

زوردار آواز دی

یہاں آجاؤ، ٹھنڈک یہیں ہے

میں نے سوچا، یہاں رک کر،

میں ان دیواروں کی عبارتیں

جلد سمجھنے لگوں گا

کتا غار کے منہ پر آن کر رک گیا تھا

صلاحیت

میرے پاس مظاہر ومناظر کو
نظم کرنے کی صلاحیت موجود ہے،
میں امرا کے اندرون خانہ کی تصاویر
بازاری جوتشیوں، مذہبی شعبدہ بازوں
ب کی جلدی امراض کو بیان کرسکتا ہوں
جس میں جذام زدہ لوگ بھی ہیں،
مجھے دیکھ کر ان کی شریانوں میں،
خون کی گردش تیز ہو جاتی ہے،
گلا سال ختم ہونے سے پہلے
میری نظموں کی داد ضرور دیتے ہیں
پچھلے سال میری نظم ملک بھر میں گائی گئی
س سے میں نے دوسری قوت کے
نقش کو بدل دیا تھا

انسانوں سے کہیں زیادہ

شراب نوشی کی ممانعت کردی گئی
شاہ نے خود کھلے بندوں احتراز شروع کیا
یوں، محفلانِ بادہ نوشی کا
انعقاد بند ہوگیا
کتنے ہی مٹکے خاک میں ملا دیے گئے
ساغر، صراحیاں پاش پاش کردی گئیں
فرمان جاری ہوتے ہی، سڑکوں، گلیوں میں
اتنی شراب لنڈھائی گئی کہ
برسات کے موسم میں ہر طرف
کیچڑ ہی کیچڑ نظر آتی تھی
بادہ خواروں نے رو رو کر کہا
اے کاش ہم مٹی ہوتے
ہد کے ہاتھیوں کی زندگی
قابل رشک ہوگئی کیونکہ
پکڑی گئی شراب انہیں پلائی جاتی
اب وہ اپنی زندگی کے ایام
انسانوں سے کہیں زیادہ
عیش و عشرت میں بسر کرتے تھے

علاؤالدین

بادشاہ کی رائے کا تعلق،
مصلحتوں سے ہوتا ہے،
مذہبی علما کا دائرہ، مختلف مقدمات کا
فیصلہ کرنے تک محدود ہے
شاہ پر شرعی احکامات کا
اطلاق نہیں ہوتا،
دنیاوی معاملات ومہمات میں
محض مذہبی وعظ اور نصیحتیں سیدھا راستہ
استوار نہیں کرسکتیں
ایسے تمام امور جو اس مقصد سے
انجام دیئے جائیں کہ مخلوق
امن اور چین سے رہے ان کے لیئے
اللہ کی رحمت کا دروازہ کھلا رہتا ہے

یادداشتوں اور کفن کے درم

وہ لمحہ عجیب تھا،
یادداشتیں منہ کر گئی تھیں
صرف الفاظ بچ رہے تھے
جنہوں نے مجھے خوش قسمتی کی
علامتوں کے سائے میں رکھا،
اب نصف سے زیادہ،
میرے ساتھ تخیل کا ...
... نبھانے کے بعد
... رہے تھے ... ہو رہے تھے
معدوم ہوتے جا رہے تھے
میں اس لمحے کو بھلا نکلنے سے پہلے
بے عقیدہ لوگوں کو میں
اپنے مسلک، غربا اور مساکین میں
تقسیم کر دینا چاہتا تھا کیونکہ
برہنگی اور افلاس کے معنی
آج میری سمجھ میں آئے تھے

آزادی

اس کی پرورش علما کی نگرانی میں ہوئی تھی،
وقت تحصیل علم میں کتنا
نیک سیرت استادوں
اچھے ندیموں کی صحبت،
ایک لمحہ برباد کرنے کو نہیں تھا،
شاہزادگی سے جب اسے فرمانروائی کے
درجے پر فائز کر دیا گیا تو اس نے
ساری زنجیریں توڑ ڈالیں
گویوں، مسخروں، شرابیوں اور عیش پرستوں نے
اس کے اقبال کا ستارا بلند کیا
گلی گلی، کوچے کوچے ناچ گانے کی محفلیں
بوڑھے، بچے، جوان، سبھی
ایک رنگ میں رنگ گئے
شاہ نے التمش کی بیٹی کے بطن کو
چار چاند لگا دیئے تھے

آنے والے غموں کا بوجھ

میں نے اپنے ماضی میں کھڑے ہو کر
جلتے سورج میں جھانک لیا تھا،
اس کے اندر، آگ تھی
آگ کے لانبو تھے
پگھلا سیسہ، مائع تانبا، لوہا
اژدھے تھے.....!
مگر یہ اژدھے بھلا کیسے زندہ تھے،
آگ تو ہر چیز بھسم کر دیتی ہے
اور وہ زرقوم جس نے
ساری تپش، سینے پر سہہ لی تھی، کھڑا تھا
ابلتے غاروں میں پگھلا
بدبو دار سیال بہتا تھا،
صرف پیاس تھی، بس پیاس
میں نے یہاں آنے سے صاف
صاف انکار کر دیا تھا،
اس لمحے، میری ماں کام آئی تھی
جس نے چوتھے مہینے ہی میں
مجھ پر آنے والے غموں کا بوجھ
اپنے سینے پر سہہ لیا تھا

اژدھام

ہر گلی میں خالی آنکھیں
بددعائیں بنی، آوارہ کتوں کی طرح
بھونکتی پھرتی ہیں،
اندھیرے، فقرے، بھوت بنے
کبڑے دکھائی پڑتے ہیں،
گلیوں کے بل کھاتے دھوکے
دانتوں پر نیلے رنگ چھوڑ گئے ہیں
شب وزرد غائب ہوتی روحیں
سفر کا پہیہ، الٹا گھماتی ہیں
سپریم کورٹ کے باہر اژدھام ہے

پروں پر لکھا

ہمیشہ اپنے بُرے خواب
پرندوں کے پروں پر لکھو
جب تک یہ ہوا میں رہیں گے
ان کی بدیاں دور رہیں گی
احمق معبر کو سونپا گیا سپنا
مچھلی کی طرح، ہاتھ سے
پھسل جاتا ہے،
خود مر کر، تمہاری موت
لکھ جاتا ہے

انہونیاں

دیوار پر کس کے پڑا مکا
اینٹوں کی شریانوں کو کھول دے گا
ماں کی گود میں بیٹھا، پولیو زدہ بچہ
اچانک، چل پڑے گا
بالکل اسی طرح جیسے سر پر
چوٹ کھائے آدمی کی
یادداشت لوٹ آتی ہے،
تم نے تو بڑاووں کو کبھی دیکھا نہیں
میں نے کئی سال،
ان کی بستی میں گذارے ہیں،
زرخیزی کی بشارت بوئے بیج سے دینا
کیا کمال ہے،
بانجھ عورت بچہ جنے تو کوئی بات بھی ہوئی
سوئی سویر کی دیواریں،
قد آور ہو سکتی ہیں،
توپ کا ایک آدھ گولا،
نشانے پر بیٹھ سکتا ہے، لیکن
تم کمال کو ابھی نڈھال مت دیکھو،
اُس کا چاک چل رہا ہے،

جانور

جانوروں کے کھروں پر چلتے ہوئے
ہم آج میں نکل آئے ہیں،
آج کا آدمی صحیفوں کو
متروک سمجھتا ہے،
وہ کہتا ہے شریعتیں کہاں تھیں
تھیں بھی تو اتنی گنجلک کس نے کر دیں،
ان کو قبیلوں، برادریوں، مسلکوں میں
تبدیل کر دیا،
اس نے تجربے سے جان لیا کہ
مرضی پر چھوڑا گیا آدمی،
ہمیشہ اس کے حکم سے نکل جاتا ہے
یہ جانور ہی رہیں گے

جلاوطنی کی عمر

تیز دھار آلے،
خاموشی کی جانب کا سفر
تیز تر کر دیتے ہیں
تاریکی سے خارج ہوتی اداسیاں
گہری ہو کر
بوچھاڑ کی صورت
اولوں کی شکل میں ڈھل جاتی ہیں،
شہابیے جو یلغار بن کر،
ہاتھ پر کھنچی لکیروں کو
ملیامیٹ کر دیتے ہیں،
ان پر سرخ بتی کا قانون
لاگو نہیں ہوتا،
پھر بھی، ان کا کوئی وعدہ
قتل ہو جائے تو
جلاوطنی کی عمر بڑھ جاتی ہے

الوہی اسرار کے عکس

ماورائی دھنوں کے

سُر سچے ہیں،

یہ گیت گائے جا سکتے ہیں،

بنائے نہیں جا سکتے

شاعری، موسیقی پر دسترس

رکھنے والے

فقط بے روح پرچھائیاں

تخلیق کر سکتے ہیں

زندگی، گمان کی ادھوری

تہوں پر قائم ہے

روحیں، جلاوطن ہیں،

الوہی اسرار کے عکس

دبیز پردوں میں لپیٹ کر

انتظار کی کشادگی میں

رکھ دیئے گئے ہیں

بعید از قیاس واقعات کی ت

تفہیم وقت کی اثر پذیری

مصنوعی ہوتی ہے

یکسوئی کو جبری حکم کے

تابع نہیں کیا جا سکتا

اصحاف کہف کے پہلو کا معاملہ،

حکانیت کا محتاج ہے

توحید کا تصور اگر ذہن میں

شائبہ کی صورت ہو تو ادراک سے

عاریت ہو گئی

بعید از قیاس واقعات کو

تعمیر کیا جا سکتا ہے،

وجود وقتی طور پر علم کا

احاطہ کرتے ہیں،

مسافروں کو معلوم ہے

ان کے سینے پر جمی کائی

ساکت ہے

نئی زندگی

دن سفیدیاں بانٹا چلا آرہا تھا
اس کی آواز آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی
فوارے کی طرح پھیلتی،
کرنوں کی دھاریں،
میرے بدن میں اترنے لگی تھیں
ایک نئی موسیقی میں، میرا جنم ہو رہا تھا
زمین نے میرے ہونے کی فوراً
شناخت کرلی
میرے اندر بسی تاریک موجودگی
پھڑ پھڑا کر، بند ہوا میں اڑگئی
میری ہتھیلیوں کے سوراخ بند ہو گئے
بریت کی روشنی نے مجھ پر پھر سے
مٹی کی نئی کتاب کھول نے دی ہے

سرفرازی

میں نے ایک مریل گدھے کو دیکھا ہے،
مکھیاں جس پر بھنبھنا رہی تھیں
ایک اونچے تخت پر بیٹھتے ہی
اس کی زیبائی دو چند ہو گئی تھی
اس کا کلام عالموں کے ذہنوں کو
روشن کر دیتا تھا،
اس کی چوکھٹ پر خدا کے پاؤں روشن تھے،
آنے والے تمام مسائل
پہلا سجدہ یہیں کرتے تھے،
وہ روشنی کا پیغام بن کر آیا تھا،
کوڑھیوں کے بدنوں پر گردنیں آویزاں کر دی گئیں
لنگڑوں لولوں کو، خلعتوں سے سرفراز کیا گیا
اس نے احتساب کے تمام قوانین
جڑ سے اکھاڑ پھینکے
ایک آرڈیننس کے ذریعے
لوگوں کو تندوروں میں بند کرنے کا حکم جاری کیا
اندھے باغوں کے نظاروں کا
لطف اٹھانے لگے،
مسیحا نے ساری پرانی بدیوں سے
نجات دیدی تھی
لوگ گدھے کے ترانے گانے لگے
انہیں اس کا جذام آلودہ بدن نظر آنا بند ہو گیا

ری پلے

کیمرے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے

اچانک ایک ہیروئن گڑبڑا کر گر پڑی

کیمرامین نے اس کے پاؤں میں

آتی موج اور مفقود ہوتی توجہ

محفوظ کرلی تھی،

جب اس کے پاؤں زمین سے اٹھے تھے

کسی نے اس کے ربن میں انگلی رکھ کر

اسے لپیٹنا شروع کردیا

اس کا حق تھا، اس کو نیند کی سخت ضرورت تھی

مگر جانے کی کوئی صورت باقی نہیں بچی تھی

کیمرے نے اس کی پیشانی چومی، لب

ورخسار چومے،

اب اس کے اندر ہر طرف کیسٹ بھر گئی

کیمرامین نے ری پلے کا بٹن

توڑ دیا تھا

موخر لکیریں

میری دعائیں ایش ٹرے میں پڑ

فصل کسی اور ہتھیلی پر جا اگی ہے

جانے کس عمل نے اس کے دل میں

بے اعتنائی کی گرہ ڈال دی

میری روح جلاوطن کرکے

چھوڑی ہوئی بستیوں میں آباد کردی

میرے سفر کی لمبی تکان کا اجر

میرے زخموں کی ٹیسوں میں کھڑا کر

اب ایک زخمی پرندے کی طرح

ہر روز مجھے، اپنا آپ چھوڑنا ہوگا

خواہشوں کی لکیریں، موخر رہیں گی

بے اماں لوگوں کے لیئے مداوا بند ہو

آسمان سے کہو، اب اپنی زمین اٹھا

اس کے وارث بارود کھانے لگے ہیں

مغالطوں کی تاریخ

کام آسان ہوگیا ہے،
میری پنڈلیوں کا گوشت کاٹ کر
ہڈیاں چبانے تک رسائی دیدی گئی ہے
کوکھ اجاڑنے کے محکمے قائم کر دیے گئے
ورد، زبان گلانے کے سوا،
کوئی چمتکار نہیں دکھاتے
کاغذوں میں اترے لفظ
متروک ہو چکے ہیں،
ہمارے سانسوں میں فقط
فراعنہ کے قہر زندہ بچے ہیں
ہم ہر روز نئے زاویوں سے
اپنی اپنی کتاب لکھتے ہیں،
مغالطوں کی تاریخ مرتب کرتے ہیں
آنے والے وقتوں کے لیئے، صحیفے
لال حروف میں لکھے جائیں

تاریخ

میری ماں،
میرے باپ سے اکثر جوتیاں کھاتی تھی
ساس کے طعنے سہتی تھی،
نندوں کی گالیاں سنتی تھی
دِل میں دشنام بکتی تھی
لیکن زبان بند رکھتی تھی

میرا بیٹا ہر روز
دفتر جانے سے پہلے بہو کو
پیٹتا ہے،
میری بیٹیاں گالیاں بکتی ہیں،
مجھے پرانے ٹپے ازبر ہیں
میں ڈھولکی کی لے، ذرا تیز رکھتی ہوں

'تاریخ اپنے آپ کو دوہراتی ہے'
(ہیگل)

یقین

باسی روٹیاں کھاتے

کڑی دھوپ کو سہتے

جھولیوں میں ڈالے گئے

پھیکے چاولوں پر زندہ ہیں

یہ بے شناخت جذام زدہ لوگ

درجنوں کی تعداد میں،

روزانہ

بھوک سے مر جاتے ہیں،

پھر بھی ان میں نہ کوئی ولی ہے نہ پیغمبر ہے

حالانکہ، یہ

کم کھانا، کم بولنا اور کم سونا میں

یقین رکھتے ہیں

بوڑھی ہوئی جدائی

جدائی کی سختیاں جھیلتے

میں عمر کے پار اتر آیا ہوں،

یہ سنگلاخ سفر بڑا ہی

اذیت ناک تھا

تم سے بچھڑ کر میں ہمیشہ

ندامت میں گرفتار رہا

میرے پاس تم سے جدا ہونے کا

کوئی جواز موجود نہیں تھا،

عمر ساری، آنسو بہانے میں گذر گئی

یہی ندامت میں مالک کے سامنے ر

توبہ کے دروازے کھل جاتے مگر

یہ زندگی تو ایک بت کی پرستش میں گذ

اب جب کہ میرے سر کے بال غائب

بھنویں سفید بالوں سے ڈھک چکیں

کمر دوہری اور ہاتھ رعشہ زدہ،

منہ میں مصنوعی دانت،

گالوں میں دراڑیں پڑ گئیں،

اب بھی تمہارا دمکتا چہرا،

میری آنکھوں، میں بسا ہے

اندھے تالاب میں اترتے ھوئے زینے

اندھے تالابوں میں اُترتے زینوں پر
زندگی کو قائم رکھنا
ایک معرکۂ عظیم ہے
ہرایک کے بس کی بات نہیں،
تم نے علامتی افسانے پڑھے،
اشاروں پر قائم گونگی تحریریں پڑھیں،
تمہارے ذہن رسانے
تجریدوں کی تفہیم کرلی، پھر
ایک شاندار نظم لکھی جس کا
عنوان اوپر درج ہے،
حیرت ہے پرتم اپنی نظم
یعنی لایعنی لفظوں کا لغت کہتے ہو،
ربط سے عاری، تفہیم سے عاری پاتے ہو
نظم کی محبت نے تم سے تفہیم چھین لی
براہِ راست نازل ہونے والے لفظوں کو
تم نے اوزان کے باٹوں سے کچل دیا،
خالص پن مار ڈالا، ورنہ اب بھی
اس میں کمال کا ربط ہے
یاد رکھو، تمام علوم آغاز میں
آہنگ سے، اوزان سے، تفہیم سے دور رہتے
(قاضی ظفر اقبال کے نام)

اس دور کا ذکر

یہ کیسا عہد ہے،
یہ کیسی زندگی ہے،
خوف کا سناٹا
راج کرتا ہے،
سفاک گھڑیاں،
راستہ گھیرے رہتی ہیں،
گذرگاہوں کی دیواریں،
چھدی ہیں، خون آلود ہیں
دعائیں گھس گئیں
تلاشی پر کسی کی بغل سے
بت نہیں نکلتا،
میں نے ساری الہامی کتابیں
چھان ماری ہیں،
اس دور کا ذکر
کہیں نہیں ملتا

گندم کا کھیت

میرے چاروں طرف گندم کے
کھیت اگے ہیں
دھوکے کھانے کا موسم آگیا ہے
نیلی، پیلی اودی پریاں
مجھ میں اچھے برے ہونے کا
فرق تلاش کرتی ہیں
آسمان، ایک نیلم صفت ستارے کی
بیک گراؤنڈ میں، چمکتا ہے
نروان میں گم ایک دیوی کا بت
میری انگلیوں میں اکڑن بسا رہا ہے
بھولی بسری سرگوشیاں
میری آنکھوں میں کھلنے لگی ہیں،
نئی زندگی جلد
مجھ سے آن کر ملنے والی ہے
طاقِ جان پر رکھے معانی،
جنہیں میں گم کر چکا تھا،
اُسے کھوج کر میرے سامنے لے آئے ہیں،
مسکراتی ہوئی لو آنکھوں میں
حدت جگا رہی ہے
ایکبار پھر جنت بدری کا لمحہ
آن پہنچا ہے

بے ثمر صبحیں

تمہارے اس شہر میں،
سورج کو کیا ہوا ہے
اس کی آنکھیں ہی نہیں کھلتیں
صبحیں تاریک اور ویران رہتی ہیں
نظریں، ادھورا پن بسائے پھرتی ہیں
چاندنی تو پہلے ہی
برگدوں کے پیچھے جا چھپی تھی،
اب دیواروں پر نوشتہ تحریریں،
کیسے پڑھیں
سرد ہواؤں کو سر پر اٹھا کر
اندھے فاصلے یاد نہیں رہے
ڈوبتی نبضوں کو پتہ نہیں چلتا
روشن دن کیسے طلوع ہوگا
دھتکارے ہوئے لوگوں کو کیا
باقی زندگی ایسے ہی
ادھورے کفن کے شکنجے میں
بسر کرنی ہے

دوست کی رہائی

میں اپنے ایک دوست کے بارے میں
ایک نظم لکھنا چاہتا ہوں جو
بہت جلد ہم کو چھوڑ کر جانا چاہتا ہے
میری آنکھوں میں اس وقت
اس کے ساتھ گذارے لمحوں کی
فلم چل رہی ہے،
ہر سین ادھورا ہی کٹ ہو جاتا ہے،
کبھی کیمپس کا منظر ابھرتا ہے
کبھی لکشمی چوک پر لگی
کٹا کٹ کی دوکانیں کھڑی
دکھائی دیتی ہیں،
ادھر مولا بخش کا امرت پان
منہ میں کلساہٹ گھولتا ہے
پی سی کے برآمدے میں لگی میزیں،
سوئمنگ پول میں تیرتی، پاکستانی لڑکیاں
سوئمنگ کاسیٹوم میں نظر آتی ہیں،
نہر کے کنارے،
پٹھان کے چارپائیوں والے
ریستوران پر ایک میل لمبا شوربا، جس سے
ہم پانچ پانچ روٹیاں کھاتے ہیں،
یا پھر یونیورسٹی کا کینٹے ٹیریا، جو چھری کانٹے
کے ساتھ
انگریزی فوڈ فراہم کرتا ہے،
لاہور سٹیشن سے سوار ہو کر کینٹ پر اتر جانے والی
دوروھیں، نہر کنارے طویل قدم بھرتی ہیں
ادھر دیکھو، اردو، انگریزی کے اخبارات جو ہم نے
کبھی نہیں پڑھے، ان میں ہمارے مضامین
چھپتے ہیں،
ملک بھر سے خوبصورت تبصرے ہمارے نام آتے ہیں
بہت سی کہانیاں ہیں جن کی تفصیل یہاں ممکن نہیں
لیکن میں تمہارے مرنے سے پہلے
تمہارا راز افشا کر دینا چاہتا ہوں کہ بعد کی دنیا
تمہاری تحریروں اور حرکتوں کے
اقتباسات سے تمہیں یاد نہ کرے،
آج میں اپنے نام کے فرضی جوڑے سے
فرضی حصہ مار دینا چاہتا ہوں

لمبے سفر

تھوڑی دیر کو اس سفر کی

تھکان محسوس کر کے دیکھو

میں نے اکیلے سورج کے ساتھ

دنیا کے گرد کئی چکر لگائے ہیں

بے جان، ویران، سیاروں پر قیام کیا ہے

لق ودق صحراؤں کی ریت چھانی ہے،

میں نے، دن کی روشنیوں کو،

کاندھوں پر اٹھا کر، راتوں میں اتارا ہے،

جب مجھ پر دکھوں کی چادریں تنی تھیں،

لوگ جوق در جوق، میرے بدن میں

چھید کرتے تھے،

میری نظر کے سامنے ہزاروں سرسبز کھجوروں

کے درخت

سوکھی شاخوں میں تبدیل ہوئے

گھٹنے بڑھنے کی ساعتیں، تفسیر کے بیان میں

کسی کا منفعت بخش کھیل تھا

خوف نے ہزاروں بار،

میری شاہ رگ پر بوسے دیئے

ہر بوسہ میرے جسم سے تھوڑی زندگی

چوستا رہا

ایک لمبے، تھکا دینے والے سفر کے بعد

اب مجھے فقنس کے مسائل کا سامنا ہے

یہ تھکا ماندہ آدمی، اب

آزادی چاہتا ہے

نئے جنم کا تاسف

مجھے روحانی طور پر

زندہ رہنے کا کوئی شوق نہیں،

تم مجھے عمرت دراز باد کی دعا دو جو

مجھے جسمانی طور پر زندہ رکھے،

میں پرندوں، آبشاروں، بادلوں اور

دوستوں کے ساتھ ایک لمبی زندگی

بتانا چاہتا ہوں،

مجھے نیا جنم لینے پر

تاسف کے سوا،

کچھ ملنے والا نہیں

ہوا پر تیرتے لفظ

رنگوں کے غباروں میں
مبہم الفاظ بند کر کے
ہوا میں چھوڑ دیئے گئے ہیں
لوگ لمبوتری شکلیں بنائے
زبور کے نغمے الاپتے ہیں
کھلے سر، تابوتوں سے منہ نکال کر
بہار کی آمد کا جشن دیکھتے ہیں
میں تمہارے دونوں ہاتھ اٹھائے
محوِ دعا ہوں،
تمہارے لیئے غیر ضروری سہی
مگر مجھے تمہاری تھوڑی زندگی
اور درکار ہے،
اس مختصر دورانیئے میں، میں
تمہیں چندن کے چند پھول دے کر
اپنی زیادتیوں کی معافی مانگنا چاہتا ہوں
مگر الفاظ تو ہوا میں تیر رہے ہیں

نوٹس بورڈ

پچھلے دو برس سے، اس نوٹس بورڈ کے گرد
میں ہمیشہ مجمع ہی دیکھتا ہوں،
ساری ہاری جنگیں، سارے بکے دشنام
حاکموں کے حکمنامے
لاپرواہی سے ترتیب دیئے گئے نتائج
ڈیسکوں کی چیخم دھاڑ
ایک آواز میں بے سرے ترانے،
میزوں پر رولروں کی چہل قدمی
کمروں کی آخری قطاروں میں پڑی
خالی کرسیاں،
باہر سے گذرتا پنشن یافتہ استاد
مڑے تڑے اوراق والی کتابیں،
سکول کے تمام اعلانات وواقعات
بدبختی کی صورت، یہیں ٹنگے ہوتے ہیں

جمہوریت

جمہوریت کی ٹانگ میں،

کبھی ایک فائر لگا تھا،

نشان تو مٹ گئے مگر

جو ہڈی ٹوٹی تھی وہ ٹھیک سے

جڑ نہیں سکی،

اس کی ریڑھ میں

کج آ گیا ہے،

زخم مندمل نہ ہونے سے اس میں

زہرباد پھیل چکا ہے،

ڈاکٹر کہتے ہیں اس کے مہرے

نکالنے پڑیں گے

مگر اس کے چاہنے والے اسکو کبڑا

لولا دیکھنا نہیں چاہتے

ابھی چند مہرے باقی ہیں

اللہ کرے، اسمیں پھیلا زہر،

پور بدن کا احاطہ کرلے تا کہ

اسے اکیس توپوں کی سلامی دے کر

دفنایا جاسکے

حصولِ علم

جائنٹ فیملی کی صورت الگ ہوتی

اس کے اندر سے نکلتے چھنا کے

روشندانوں سے ہوکر،

آسمانوں تک پہنچتے ہیں،

فرشتہ بھی بول اٹھتا ہے

مالک کی کتاب میں ایک اور گناہ لکھ

لیکن پھر زبان سے دال بگھارر

دوسرا کہتا ہے،

لکھنے لکھانے کو چھوڑ،

چلوان کی چھت پر اترتے ہیں،

ان سائنسدانوں کی چیخوں میں

کئی نئی گالیاں ایجاد ہوں گی

حصولِ علم کی خاطر، اسمیں کوئی قباح

ٹفی کا کتا

ٹفی کا کتا، دم ہلاتے ہوئے
س کی ٹانگیں سونگھ رہا تھا،
س خوف سے کہ وہ بھونک نہ پڑے
س کی بھونک سن کر
کوئی کمرے میں آجائے
ے کپڑے بدلتا دیکھ لے،
س نے اس کی تھوتھنی پر پیار کیا
کتا پیار لے کر، آلتی پالتی مار کر
اموش بیٹھ گیا مگر اس کی
نکھیں جھپک نہیں رہی تھیں،
کتا خمار آلود لالچ سے
اموش زبان میں التجا کر رہا تھا،
س نے، کپڑے پہننے کا ارادہ
وخر کر دیا،
ب سٹفی دو روز تک پلنگ سے
ہ نہیں پائے گی

آسمان تک

سٹرپ ٹیز کلب میں،
ان رقص کنان حسینوں کی تصویر
کس نے بنائی ہے
سٹیج پر ننگی ناچتی لڑکیوں کے پیچھے
تماشائیوں کی کتوں جتنی زبانیں
باہر لٹک رہی ہیں،
ناچنے والی لڑکی، چھاتیوں کو
دونوں ہاتھوں پر آسمان تک اٹھائے تنی ہے
اس کے چہرے پر جعلی ہیجان کے تاثرات
طاری ہیں،
بدن کے تمام اہم زاویے،
کھل کر سامنے آگئے ہیں،
تماشائی سوکھے حلق کو نگلنے کی
بار بار کوشش کرتے ہیں،
میرا سانس، میرے گلے میں اٹک گیا ہے،
میں اپنی سیٹ پر
کھڑا ہو گیا ہوں۔

اندریاں.....

ڈائیورٹڈ ڈرنک

مجھے کسی نے بتایا تھا کہ کانونٹ کی لڑکیاں
ڈرنک کرتی ہیں،
مگر مجھے ان کچی چھوکریوں میں دلچسپی نہیں تھی
ہماری تو اپنی کیونٹی کی عورتیں،
یہ شغل کرتی ہیں،
وہ کالجوں میں پڑھاتی ہیں،
بینکوں، پرائیویٹ کمپنیوں اور
پی آئی اے میں ملازمت کرتی ہیں،
آزاد منش ہونے کے سبب ان پر
بیچ کنارے، کسی ٹاپ فلور کے
پرائیویٹ بار میں جانے پر
کوئی پابندی نہیں،
یہاں شہر کے بیوروکریٹ، جج
بڑے کاروباری، سٹاک بروکرز سب
دن دفتروں میں ایک دوسرے پر تبریٰ
کرنے کے بعد، دن کی باتیں دوہرا کر
قہقہے لگاتے ہیں،
بغیر سلیوز کی قمیصیں
شارٹ بلاؤز کی ساڑھیاں اور رسی

اظہار محبت سے سجی محفلیں رات گئے تک
جمی رہتی ہیں
مجھے پی آئی اے کی رُوپا، سب سے زیادہ پسن
وہ بے باک فیشن ایبل ادھڑ عمر کی عور
ہمیشہ مرے لیئے ہوانا کے سگار لاتی
اس کے شوہر کو مصروف رکھنے کے لیئے
میں نے اسے ایک اور سروس جوائن کرا

مندرجات

ایک دن میں نے،
ٹائی تلاش کرتے ہوئے
بیٹی کی الماری کھول لی تھی،
اس میں بے شمار، خوش خط لکھے
خطوط نکل آئے،
ایک بھاری پتھر،
میرے سینے پر گرا تھا
لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا
ان کے مندرجات تو،
میں نے کسی اور ایڈریس پر
بھیجے تھے

ڈیموکریسی کا قتل

میں سچ مچ، پیپلز ڈیموکریسی پر
ایک باقاعدہ کتاب لکھنا چاہتا ہوں
لیکن کالج میں پڑھانے کے بعد،
اُس کے پاس نہ تو وقت بچتا ہے
نہ ہی توانائی
میں نے بہت مرتبہ کوشش کی کہ وہ
نوکری چھوڑ کر میرے ساتھ آن ملے
مگر اسے تو باغبانی میں دلچسپی ہے
کئی ہفتوں کی محنت کے بعد میں نے
اسے اپنی مدد پر آمادہ کرلیا،
ڈیموکریسی پر کھلنے والی 'پہلی کھڑکی'
ہم نے جلد تیار کرلی،
میں نے اپنی عمر کا ایک طویل حصہ
اپنے فہم کی روشنی میں اپنے
موروثی مذہب کو پرکھنے میں گذارا تھا،
آہستہ آہستہ میں نے جمہوریت کے
بیشتر اجزا کو مسترد کردیا،
میں اپنے اعتقادات کی ازسرِنو
تشریح کر رہا تھا،
اس نے بتدریج جان لیا کہ
عقائد کے تسلیم شدہ ترجمان عموماً
اپنے عقیدے کے پوری طرح وفادار ہوتے ہیں،
ان کی خلاف ورزی پر آمادہ نہیں ہوتے
میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی
خالص جمہوریت پسندی کو قتل کردیا تھا

یخ بستہ

میرے ساتھ کھڑی،
وہ بہت جچ رہی تھی،
یکا یک اس نے،
یخ بستہ شیشے پر
بوسہ ثبت کردیا،
بوسہ، وہیں جم گیا تھا،
میں نے تادیر، اپنا چہرہ
ادھر ادھر نہیں کیا

ہیلووین

میں وہاں واپس جانا نہیں چاہتا،
وہاں تو ہال کی دیواروں پر لٹکے
چمکیلے، وال پیپرز
ہیلووین تہوار کی چڑیلیں اور بھوت بن کر
ڈراتے ہیں،
میری آواز تو تھک چکی ہے،
میرے روشن خیالات، مذہبی انتہا پسندوں کے
نظریات چیلنج نہیں کر سکتے
سرخوں کی کتابیں بیچنے والے، لبرل ہو گئے ہیں
انسانی گروہوں کے خلاف،
ہم نفرت اور مار دھاڑ کو
جدید ضابطہ حیات سے نکال کر
صدیوں پیچھے لے جانا چاہ رہے ہیں،
نام نہاد الہامی طریقوں کی بدولت
ہم جنوں چڑیلوں کی رفاقت کو
زیادہ انجوائے کرنے لگے ہیں

نیا دیوتا

بہتا ہوا پانی، مٹی کا
ایک عظیم ذخیرہ ساتھ لاتا ہے،
بالکل اسی طرح جیسے خدائی
انسانی زندگی کا ایک پہلو ہے
دیوتا، ہیت ارضی کا
جزو لاینفک ہیں،
کوئی انہیں جدا کرنے کا
تصور بھی نہیں کر سکتا
داستان فطرت اس کی عارضی
علیحدگی کی کہانی سناتی ہے
جو مذہبی عبادت کا مرکز بن گیا ہے،
نیا دیوتا، اپنے والدین کی نسبت
زیادہ فعال ہے

ریاں.....

تغیر

سم تغیر ہے، جس سے

نے گذرنا ہے،

ا زندگی کو الٹ پلٹ کرتے رہتے ہیں

فر، نئی تبدیلی کا آغاز ہے

ار میں اپنے وجود کے انجام سے

خبر ہو کر، اپنی بہن سے

ات کروں گا، جہاں اسے

ں کیا گیا تھا،

یری زندگی کی روشن ترین منزل تھی

ا دیوی، جو مسلسل نئے بچوں کو

م دیتی رہتی ہے

ں تک رسائی اور صحیح بصیرت

صل کرنے کے لیئے مجھے

پنے کپڑے اتار کر رکھنے پڑیں گے

ں بار اس کی کمزوریوں کا

وئی دفاع کرنے والا نہیں ہوگا

ھے اس کی خود پسندی کے قلعے کو

سمار کرنا ہے،

ر کر، پرانی شکل میں لاتا ہے

مجھے پتہ ہے، اس کے لئے

غیر موافق اور ناقابل برداشت بھی

قبول کرنا ہوگا

موت کے اندھیروں، محرومیوں اور مغزولیوں کے بغیر

نئی زندگی ملنے والی نہیں

فردوس گم شدہ

آج کے لوگ، مغرور اور گھمنڈی ہیں

وہ سمجھتے ہیں کہ انسانی زندگی

شہروں میں زیادہ محفوظ ہے حالانکہ

یہ خامیوں اور خرابیوں سے عبارت ہے

یہاں کے لوگ اپنی زندگیوں کو

خداؤں کی زندگیوں کے پس منظر میں

پرکھتے ہیں،

اِسے فردوس گم شدہ کا

مدہم سا سایہ سمجھتے ہیں

حالانکہ وہاں اب صرف کچھ دیوتا اور چند

غیر معمولی انسان ہی بچے ہیں

مشروط رجائیت

میں بہت سی رسوم اور داستانوں کا

حصہ رہا ہوں،

یہ سوچ کر، میں مخمصے میں پڑ جاتا ہوں

کیا میں اسی انداز میں زندہ رہا

جس طرح میرا ذکر، کتابوں میں لکھا گیا،

بہت سی جگہیں ہیں، جہاں آپ

دیکھیں گے کہ موت اور زندگی

ناقابل علیحدگی رہی ہے،

زمین مرتی رہی ہے،

پھر زندہ ہوتی رہی ہے،

موت ہمیشہ خوفناک اور بھیانک تھی

لیکن اسکا انجام ہر بار،

نئی زندگی سے شروع ہوا

کئی بار اس کی زندہ شاخوں کو

کاٹ کر پھینک دیا گیا مگر

یہ دوبارہ پھوٹ نکلیں،

پتہ نہیں کس نے، انسانوں کو

ایک نئی اور مشروط رجائیت

عطا کر رکھی ہے کہ بیج کو

غلہ پیدا کرنے کے لیئے

ایک بار مرنا ضرور پڑتا ہے

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات

ہم اپنے اندر ہی مر جانے پر

مجبور ہوتے ہیں،

اس طرح ہم بار بار مرنا جینا

سیکھ جاتے ہیں،

داستانوں اور رسموں نے لوگوں کو

فنا ہونا سکھا دیا ہے تاکہ وہ

دلیری سے نئی منزل پر پہنچیں

اندھا اور کوڑھی

وہ اذیت پسند تھی،

میں مشکل پسند،

سو اس نے

بدنام زمانہ، حریص، کبڑے

بدشکل انسان سے شادی کی

میں بھی اپنے عمل میں

کسی اجر، کسی ثواب کا طالب نہیں تھا

سو جو میں نے کیا

فی سبیل اللہ کیا

نبی

لودگی تو میر روح کو بھی

ریلا بنا رہی ہے

چہ مجھے معلوم نہیں کہ میں

ں اجنبی ملک سے آیا ہوں

ں اپنی شناخت، خفیہ ہی رکھنا چاہتا ہوں

ں ہمزاد کے وجود کا قائل نہیں

رہوں، جو کچھ منہ میں آئے کہہ دیتا ہوں

ں اندھا چوہا ہرگز نہیں، پھر بھی

ں اپنے بل سے باہر نکل نہیں سکتا،

رے جسم سے مسلسل پسینہ بہہ رہا ہے

ا آرام اور سکون ختم ہو چکا ہے

پر اضطراب، وحشت ہر وقت

ری رہتی ہے،

ند میں نسیان کے مرض کا

ر ہو گیا ہوں،

ے لگتا ہے، ایک نہ ایک دن میں،

ں نفس کے الزام میں

ر لیا جاؤں گا

سفید خواہش

برف باری ایسی تھی کہ دیکھتے ہی دیکھتے

اس نے تمام گلیوں، سڑکوں، مکانوں کو

اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا،

تھوڑی ہی دیر میں، سب کچھ

چٹا سفید ہو گیا

مسلسل گرتی برف نے چیزوں کی

شکل بدل ڈالی تھی

لگتا تھا، برف پر ایک موٹا، بھدا آدمی بیٹھا ہے

لمبے تڑنگے کرسمس ٹری پر

چھوٹے پرندے بیٹھے چہکتے تھے

ایک نکلتا ہوا پرنالہ نما، کبھی کبھی

کسی بلونگڑے کی شکل میں ڈھل جاتا تھا

تاحدِ نظر ایک بچی خاموش دنیا آباد تھی

ایسے میں ایک ہی خواہش دل میں بسی تھی

کاش ہم کھلے میں بیٹھے

آگ سینکتے یہ منظر دیکھتے

دفنانے کی رسم

ہم نے پتھری اوزاروں کے زمانے میں ہی،
رسموں، اور لوگوں کو دفنانے کا عمل
سیکھ لیا تھا
جب ان سے پوچھا جاتا کہ زمین ہی میں کیوں،
تو وہ کہتے، موت اور زندگی
ناقابل علیحدگی ہے،
زمین پر مرنے والی ہر چیز دوبارہ
زندہ ہو جاتی ہے،
مٹی اس میں کھاد کا عمل کرتی ہے
موت کتنی بھی خوفناک کیوں نہ ہو،
لیکن اختتام ہرگز نہیں،
دفنانے کی رسم کو لوگوں نے
قبول کرنا سیکھ لیا تھا
وہ مٹی کو اختیار کرتے تاکہ دلیری سے
اگلی منزل پر پہنچیں

چربوں کا بھید

آسمانوں میں لوگ خدا کے ساتھ رہ
زمین پر ان کے محلات کے،
Replicas ہیں،
فرق صرف یہ ہے کہ اوپر رہ کردہ
خدا سے جھگڑا مول لے سکتے ہیں،
دنیا ان کے لیئے ایک جائے تفریح ہ
انسان ایک پہاڑی راستے سے
زمینوں میں اترتا ہے،
تعلیمات میں لکھا ہے، اسے دوری ستائ
ان کو وہ مرد اور عورتیں یاد آتی ہیں جو
خدا کے ساتھ رہتے ہیں
چربوں کا بھید، جونہی ان پر کھلتا ہے
وہ واپس لوٹنا چاہتے ہیں

احساس جرم

آدمی، سرکش فطرت جانوروں کا
سرپرست کہلاتا ہے،
ایک حاملہ عورت کا مجسمہ
آرٹ کی دیوی کی عمدہ تجسم ہے،
تم اسے ہیبت ناک دیوی کہہ سکتے ہو،
جانوروں کی ملکہ، یا پھر
زندگی کا سرچشمہ بھی جان سکتے ہو،
حاملہ، کٹھور، بے رحم، منتقم مزاج
رعب داب والی عورت ہوتی ہے
اسے شکار کے اصولوں سے انحراف ہوتا ہے،
کسی بھی بچے کی آرزومند مادہ، کبھی بھی
غضبناک ہوسکتی ہے، خون کا
مطالبہ کرسکتی ہے
زچگی کے دنوں میں، بیلوں کے سینگ یا
بکروں کی کھوپڑیاں، اس کے
قریب لائی نہیں جاسکتیں،
شکار نے عورتوں کے دل میں،
احساس جرم اور مباشرت سے پرہیز کی
ایک طاقت ور رسم کو جنم دیا ہے

صداقتوں کی زبان

میں نے اپنے قتل کے منصوبے میں شریک
زخموں اور خون میں لتھڑی لاش کو
ایک دوست کی طرح،
اپنے بازؤں پر اٹھا رکھا ہے
لوگ منافقوں کی، تقریریں سن کر
وقتی طور پر بہک جاتے ہیں
انہیں اپنے مجموعی اخلاق پر
اعتماد نہیں ہوتا
انہیں آزادی و مساوات کا مخالف
بنایا جاسکتا ہے،
میں اپنے دوست کے تھپڑ، گھونسے بھی
تحمل سے برداشت کرلیتا تھا کیونکہ
وہ میری دوستی کے گھر کا خانہ دار تھا،
بدقسمتی یہ ہے کہ جلد یا بدیر
ایک باذوق تعلیم یافتہ اور دولت مند
شخص کو ترغیب دی جاسکتی ہے،
ایسے دوستوں کو بہرحال صداقتوں کی
زبان عطا کرنی پڑتی ہے

جنم دینے والی عورت

بارش کا زمین سے ملاپ
ایک جنسی فعل سمجھا گیا ہے
بوائی کے دنوں میں اس مجامعت کی
ضرورت پڑتی ہے
اس مقدس کام کے سبب
مٹی کی تخلیقی قوتوں میں
سرگرمی پیدا ہو جاتی ہے
بیلچہ، رحم کا منہ کھول دیتا ہے
دیوتا، انسان، جانور، درخت
سب ایک ہی فطرت کے حامل ہیں،
ایک دوسرے کی کمی پوری کرتے ہیں،
آسمان عزت و احترام پر متمکن ہے
زمین مادرانہ کردار کی حامل دیوی ہے
پیدائش کی بہشت، مثالی عیش گاہ تھی،
وہاں سے نکال دیئے جانے کے بعد
زراعت انسان پر تھوپ دی گئی
بچوں کو جنم دینے والی عورت اب
شدید اذیت سے گزر کر یہ فریضہ
انجام دیتی ہے
مرد کو مٹی سے رزق حاصل کرنے کے لیئے
اپنا خون پسینہ ایک کرنا پڑتا ہے

الوہی طاقت

دس ہزار سال پہلے،
زمین کی گہرائی کے اندھیرے سے
بیج نے پھٹ کر خود کو
حیرت انگیز شکل سے آزاد ہوتے دیکھ کر
جان لیا کہ یہاں کسی خفیہ قوت کی
فرمانروائی تھی،
ہر فعل، کسی مافوق البشر ہستی کا
ظہور اور الوہی طاقت کا مظہر تھا
یہ سب انہیں ایک قدس شاہی کے
گھیرے میں کھینچ لایا۔
اناج کی فراوانی نے مقدر کا لفظ ایجاد کیا
جان لیا کہ زمین، جو تمام انسانوں
جانوروں اور پودوں کی کفالت کرتی ہے
ایک "زندہ رحم" ہے،
انسانوں نے اس کوکھ کی طاقت
بحال رکھنے کی کئی رسوم وضع کر لیں،
درواڑوں نے اس کے لیئے کئی انسانی جانوں
قربانی بھی دی تھی

تلاش

میں تحت الارض کی بصیرت کا حامل ہوں،
خداؤں کے خفیہ علوم کا متلاشی ہوں
پرانی داستانیں، آرزوؤں کی تکمیل میں
مددگار نہیں رہیں
ان کی ساری توجہ،
تقدس کی دنیا پر مرکوز ہوتی ہے
دنیاوی معاملات اور نئے انسان کو
شخصیات سے کوئی سروکار نہیں،
تاریخ نے صرف تصادم کی داستانیں
رقم کی ہیں،
خداؤں نے انسانوں سے
نفرت کھا کر،
زمین کے اوپر کی دنیاؤں سے
رخت سفر باندھ لیا ہے
خدا کسی پسندیدہ شخص کے لئے،
فطرت کے قوانین معطل نہیں کرتے
مجھے ان کی تلاش میں،
اب مٹی کے نیچے اترنا ہے

عارضی انجام

موت خوفناک ہوتی ہے مگر
یہ انجام تو نہیں،
تاریخ گواہ ہے، زمین مرتی ہے
پھر زندہ ہو جاتی ہے
میں نے بارہا یہ تجربہ
اپنی ذات پر کیا ہے
ہر روز میں کئی بار،
اپنے ہی اندر مر جاتا ہوں
پھر جی اٹھتا ہوں
اسطرح میں نے مرنا اور جینا
سیکھ لیا ہے
ہم نے زندگی بھر
کتنے ہی پیاروں کو،
تیزی سے دفنایا ہے کہ وہ
جلد نئی زندگی میں داخل ہوسکیں

علیحدگی کا اعلان

میری شہزادی
وحشی اور پرانی طرز کی عورت ہے
اکثر جنونیوں کی سی حرکتیں کرتی ہے
اس کا بدن
اونی کھال سے ڈھکا ہوتا ہے
بال وحشیانہ، بکھرے ہوئے ہیں
وہ جوہڑ سے پانی پیتی ہے
اس کی شکل، ابتدائی دور کے
انسان سے ملتی ہے
اسے انسانوں سے زیادہ
جانوروں میں رہنا پسند ہے
وہ ایسا مشکیزہ ہے جو
ماشکی کے کپڑوں کو گیلا کرتا ہے
ان جوتوں کی مانند ہے
جو پاؤں کو زخمی کرتے رہتے ہیں
وہ ایسا دروازہ ہے،
جس نے ہوا کو اندر آنے سے
روک دیا ہے
اس نے مجھے مخبوط الحواس کر رکھا ہے
مجھے لگتا ہے، مجھے مر جانا چاہیئے
میری اس کی جوڑی
ثقافتی تنزل ثابت ہوئی ہے
اس نے اپنے عاشق کو
تباہ و برباد کر دیا ہے
میرے لیئے بہتر ہے کہ میں اس
نشٹ کرنے والی دیوی سے
اب الگ ہو جاؤں
میں اس سے اپنی علیحدگی کا اعلان کرتا

السیشن

دھوپ میں پھیلا کر کی گئی بات پر

تنقید کے دروازے بند ہو جاتے ہیں

افواہیں، ٹرانسپیرنٹ میٹریل سے

گذر جانے کے بعد

حقیقت کا روپ دھار لیتی ہیں،

لفظوں کو چاندنی کے کونوں کھدروں میں

قید نہیں کیا جا سکتا

ہر لکھنے والے کا یوم حساب الگ ہوتا ہے

بچے اور ایس ایچ او نفسانسی کا شکار رہتے ہیں

باہر کی دنیا میں، حسن کے پار والی

زندگی امر کر سکتی ہے

ذہنی تحفظات سے پاک الفاظ،

منافقت، خوف اور حزن سے آزاد ہوتے ہیں

ایسے دار الاستخارے سے

روشنی، مشورے اور پیش گوئیاں

طلب کی جا سکتی ہیں

اچانک کہیں سے السیشن کے

بھونکنے کی آواز آتی ہے

پرواہ نہیں کتے نور میں بھی بھونکتے ہیں

ایک اکیلی ملاقات

اے زندگی، کبھی تو مجھ سے اکیلی مل

افسوس میں نے تجھے، تنہا نہیں پایا

دل میں تیرے،

شرک کی تہیں، جمی رہتی ہیں،

رونقیں لگی رہتی ہیں،

میرے دل کو بھی عالی ظرف مان

ایک لمحے کو اس میں رک کر دیکھ

تجھے پتہ چلے، میں بھی،

تیری زلف کا اسیر ہوں،

تنہا دلوں میں پھنسنے کی عادت چھوڑ

اس بخت نارسا کو، تنہائی سے نکال

صرف ایک بوسے کی ہے آرزو،

ایک نگہ ناز کا سوال ہے،

بگڑے رہنا تیرا واہ کیا کمال ہے

رحم دِل بادشاہ

باغ کمتانہ میں بادہ نوشی کی محفل جمی تھی،

سردیوں کی اُس رات

گیدڑوں کا ایک غول

چراگاہ میں داخل ہوا،

امیر برید نے شوروغل کا سبب دریافت کیا

بتایا گیا کہ گیدڑ ہیں،

سردی سے روتے ہیں

شاہ سے فریاد کرتے ہیں

صبحدم حکم ہوا کہ چار ہزار لحاف

تیار کر کے، باغ میں ڈال دیئے جائیں کہ

گیدڑ سردی کی شدت سے

محفوظ رہیں،

نیا شاہ علی عادل

شہر کا محاصرہ ہو چکا تھا،

اہل شہر پر سختیاں جاری کر دی گئیں

مدد کی درخواست پر،

شرط رکھی گئی کہ اپنے دو اہم

خواجہ سرا، میرے حوالے کر دیئے جائیں

وعدہ وفا ہوا، دونوں ملازم

اس کی خدمت میں روانہ کر دیئے گئے

سنا ہے، وہ دونوں خواجہ سرا،

بہت غیرت مند تھے،

انہوں نے اپنی عزت اور ناموس کی خاطر

نئے شاہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا

جھولیاں بھر

عمر بھر میرا قیام اس گلی میں رہا
جس میں کوئی مکان تھا ہی نہیں،
ہوا میں دیکھ کر،
اس کے فرضی طاق ابرو کو
میرا اسلام، دھیان بنا، مگر کون
دکھاتا، اپنی صنعت گری کی مثال
وہ نہ دوہ تھا اور نہ ہی کوئی چشم جمال
عاقبت کی گھڑیاں، میری ہاتھ پر نہ لکھیں اس نے
ورنہ کون کرسکتا تھا، مجھ سے بڑھ کر ایثار
میں نے سارے گناہ اپنے ذمے لے لیے
ساری منفعتیں اس کے نام کردیں،
میرے دل کا ہر بار مدعی بننے والا
نہ تو کعبہ تھا، نہ ہی قبلہ نما
میں سر پٹخ کر، دروازے سے لوٹ آیا
جو سال میں ایکبار کھلتا تھا، سو
قبلہ بھی وہیں رہ گیا، جدھر تھا قبلہ نما،
سبار، دور سے آتے دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا تھا
کہتا تھا تو آج ادھر کیسے آن نکلا
ب ممکن نہیں تھا، اس کو ایک لمحے کا آرام
ں جھولیاں بھر کر لایا تھا، اس کا حساب

قدیم رسم

جب رات، دوپہر گذر گئی تو حملہ آور
سیڑھیاں لگا کر، اوپر چڑھ گئے
قلعے کے محافظوں، نگہبانوں کو
تلوار کے گھاٹ اتار کر، دروازہ کھول دیا گیا
راجپوت امراء کو ہوش اس وقت آیا
جب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا
مجبور ہو کر،
انہوں نے اپنی قدیم رسم کی پابندی کی
بیوی بچوں کو موت کے گھاٹ اتارا
اعلیٰ اور قیمتی چیزیں جلا ڈالیں،
اس صبح سلطان نے انیس ہزار
راجپوتوں کو قتل کیا تھا،
ان کی بیوی بچوں کو گرفتار کیا تھا

اِندریاں.....

تبدیلیاں

نسلوں کے روّیے بڑے
دوغلے ہیں،
یہ ایک دوسرے پر،
وبائی امراض مسلط کرتے ہیں
آلودہ کردیتے ہیں
یہ فلسفہ انہوں نے حشرات الارض سے
سیکھا ہے
بقا کی جنگیں، فیصلہ کن ہوتی ہیں
ہر چیز، اپنی پیدائش کے وقت
اپنی الگ ہیت وصورت رکھتی ہے
حالات سے گذرتے ان میں،
تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں
سینکڑوں سالوں میں،
ان کی ہیت وروپ میں بتدریج
غیر محسوس تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں
حتیٰ کہ وہ یکسر الگ مخلوق بن جاتی ہے،
موت، قحط، مہلک وبائی امراض
فطرت کے خفیہ ہتھیار ہیں،
زلزلے، طوفان وغیرہ، دوسری نسل کی
پیدائش کی راہ ہموار کرتے ہیں،
ہزاروں سال پہلے والے جانور
محض ہڈیوں کا ڈھیر ہیں
سخت چٹانیں ہیں مٹی کے مادے ہیں،
انسان جسے ہم آج دیکھتے ہیں،
لاکھوں تبدیلیوں سے گذرا ہے

پرانا انسان

ڈارون، ایل ایل ڈی کی اعزازی ڈگری د
یونیورسٹی پہنچا تھا،
وائس چانسلر کا انتظار تھا
یکا یک
ایک بندر سٹیج پر نمودار ہوا،
چند قلابازیاں کھائیں اور
غائب ہوگیا

بہادر

میں نے دورانِ سفر،
معرکہ آرائی کے وقت
ایسا جوشن آہنی پہنتا ہوں،
جسے کوئی بہادر،
مجھ ایسے کمزور ڈھانچے کے ساتھ
بمشکل اٹھا سکتا ہے
میرے ترکش میں،
ایک سو ساٹھ تیر ہیں،
ہاتھ میں نیزے ہیں
مگر میں کیا کروں،
مجھے کوئی بہادر نہیں ملتا
کہتے ہیں، اب
تیر و تفنگ کا زمانہ نہیں رہا

دائرہ کار

خدا کو، اور انسان کو، اپنے اپنے دائرہ کار میں
مکمل اختیار حاصل ہے کہ جو چاہے کرے
فرد کے حقوق کی حدود، بے پایاں ہیں
اس فطری حق کا حصول، عقل سے مشروط نہیں
خواہشات اور طاقت اس کا
اصل منبع ہیں،
انسانوں کا ذہن منور نہیں ہوتا،
وہ ہر ایک فرد کو دشمن سمجھتا ہے جو اس کے
مقاصد کی راہ میں آڑے آتا ہے
کسی شخص کے لیئے، ممکن نہیں کہ وہ اپنا اختیار
قوت اور حق دوسرے کو منتقل کر دے
ایسا کرنے سے وہ انسان نہیں رہتا،
جمہوریت بکواس کے سوا کچھ نہیں،
بے حسی میں لپٹی، اجتماعی بھلائی
غیر فطری، اپنے اختیار کا ناجائز استعمال ہے

احساس

نصابی کتابیں،

سطحیت پیدا کرتی ہیں،

نام نہاد سائنس اور مذہبی نظریات،

ذہن کو الجھا کر رکھ دیتے ہیں،

تمام سائنسز، متصوفانہ نظریہ کی حامل ہیں،

اچھا ہے کہ اپنے دور کے

مذہبی، سیاسی اور معاشرتی حالات سے

بے خبر رہا جائے

دنیا کی صداقت، حسن میں چھپی ہے

محبوبہ کی موت پر آنسو بہانے والا

اپنی روح کی گہرائی میں،

خفیہ لذت اور مسرت محسوس کرتا ہے

چٹ چٹ اڈتی چنگاریا

میرے آگے، انگارے بھر کر،

دو انگیٹھیاں رکھ دو، جن میں

انگارے بھرے ہوں، چنگاریاں

چٹ چٹ اڑتی ہوں

مجھے بستر میں رہنے دو، میں کچھ

سردی اُتار کر، سوچنا چاہتا ہوں

میرے گرد پالے کا سفید جنگل اگ آیا

لگتا ہے کسی نے سفیدی کے غالیچے

میرے پاؤں کے نیچے بچھا دیئے ہوں

اب تو کھڑکیوں کے شیشوں سے

مدہم سروں میں گرتی بارش،

اچھی لگنے لگی ہے

نیلے گنبد کی پروا نہیں رہی،

بند کمرے کا سبزہ نکھر آیا ہے

بے زبانی اور رشک جن سے دل

ٹکڑے رہا،

اب میں تمہیں اس کی،

داستان سناتا ہوں

زمزمے

میرے اندر سوئے، تمہیں
کئی سال بیت چکے ہیں،
گرمی، سردی، آندھی، بارش
سب موسم گذر گئے
میرے ہاتھ خالی تھے،
کفارا ادا کہاں سے کرتا
پرانی قربانیاں، آگ کھا گئی
میرے دل میں زمانے بھر کی
چبھن سوئی ہے،
وگ اسے بے حسی کا وبال کہتے رہے
میں نے خود پسندی کا، سر جھکا کر،
یوتاؤں کی زبان سیکھی
ب میں اپنے زمزموں سے مالا مال ہوں
پنے اندر سے نکال کر
اہر لاسکتا ہوں

حزن کی وسعت

میری نقل کون کرسکتا ہے،
اسکے لیئے، تمہیں باطن میں
انسانی دکھوں کو چھپانے اور باتیں
سچ سچ بیان کرنے کا ہنر بھی آنا چاہیئے
لوگ لکھائی میں اکثر
پتے بازی کرتے ہیں،
ان کی اندرونی سطح پر
ڈرامائی کش مکش جاری رہتی ہے،
میری باتیں تو ایسا طلسم ہیں،
جن سے ذوق کی پرورش ہوتی ہے،
میری نظموں میں، انسان کے حزن کی
بے پناہ وسعت سموئی ہے
میری نظموں کا مطالعہ بتائے گا کہ ان میں
انسانوں کی اصلی صورتیں کیا ہیں،
ان کے باطنوں میں کون سی کہانیاں لکھی ہیں

خسارہ

کب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ ایک
پرانا پیغمبر، لوٹ کر آئے گا،
ساری الہامی کتابوں پر جمی گرد
جھاڑ کر ان کی عبارتیں دوبارہ
عوام پر کھول دے گا
اس کی آنکھیں، امتوں کی تاریخ پر
نادم ہوں گی
روئے زمین سے، سارے قربانی کے
جانور مٹ چکے ہوں گے
اپنے ہاتھ خالی پا کر، مجبوراً
ایک لاکھ سے بڑھی ہوئی جماعت کو آواز دے گا
وہ مل کر کہیں گے
انسان واقعی خسارے میں رہا،
تیری بڑائی تسلیم ہے، ان کے اعمال
درگذر فرما،
ان پر اپنے سبز دروازے کھول دے

کہانیاں

میں اپنے ہم شکلوں کی کہانیاں لکھتا ہو
مجھے آج کے دور میں ان کی
ٹوٹ پھوٹ کا احساس رہتا ہے
میں نفلی طور پر ان کا شراکت دار بن ج
ان کی نفسیات اور کہانی کے جذبات کو
گھڑ کر نیا روپ دید یتا ہوں
بند لوگوں کو پنجروں سے آزاد کر کے انہ
اپنی (ان کی اپنی) زندگی جینے دیتا ہو
معکوس صورتوں کے بیان اسے
دلچسپ سے دلچسپ تر بنا دیتے ہیں
لوگوں کے جسمانی متن میں تیرتے، افس
تفہیم کے لیئے ایک شارح کی ضرورت
ہولناک آدمیوں کے اندر، الجھاووں ک
تلخ پیچیدگیاں ہوتی ہیں،

مرتی ہوئی کہانی کا زہر

سانپ کا پھن، کاٹ کر نگل بھی لیا جائے تو
وہ تادیر اسی طرح تڑپتا رہتا ہے
جیسے کسی آدمی کی گردن تلوار سے اڑا دی گئی ہو
کٹی گردن پر لگی آنکھیں تادیر،
قاتل کو گھورتی رہتی ہیں،
بدن کے ساکت ہوتے ہی، وہ بھی
پتھرا جاتی ہیں،
بارش کے موسم میں کوئی قتل نہیں کرنا چاہیئے،
زمین کیچڑ سے لت پت ہوتی ہے،
چہرے کی پہچان گم کر دیتی ہے
کسی قریب المرگ لاش کی انگلیاں
قصہ لکھنے والے کی انگلیوں میں رعشہ پیدا کر دیتی ہیں
کوئی لاش کے آخری لفظ
مٹی سے اٹھا کر جھاڑنا نہیں چاہتا،
کہانی مر جاتی ہے

جزیرہ

حالانکہ میں جسم کا شاعر ہوں
مگر میں نے شادی نہیں کی
اس آوارہ گرد کتے کی طرح، سیلانی
چھوٹی چھوٹی چیزوں اور چھوٹے چھوٹے لوگوں سے
محبت کرنے والا،
آزادی اور جمہوریت پسند،
ایک عام باپ نے مجھے اختیار کیا،
کم آمدنی والے کنبے والا، مجھ کو
پانچ جماعت پاس کرا کر،
ایک دفتر میں چپڑاسی بھرتی کرا سکا
مخصوص نظریات رکھنے کی وجہ سے
انسانی محبت اور غلامی کی مخالفت
میرا منشور رہا،
میں نے اپنی سیلانی طبع کی وجہ سے
لوگوں میں گھل مل جانے اور آوارہ گردی
کا بھرپور لطف اٹھایا،
انسانوں کی فطرت کا دور دراز علاقوں میں
گہرا مشاہدہ کیا،
بالآخر ایک جریدے کا ایڈیٹر بن گیا،
تمہیں پتہ ہے کہ یہ پرچہ زیادہ دنوں تک
میرے طرح، زندہ نہ رہ سکا

بھونکتے لفظ

میں نے اپنے بھونکتے ہوئے لفظ

تھوڑی دیر کو الماری میں بند کر دیے ہیں

میں قیادت کے رخصت ہونے کا

انتظار کروں گا،

میں ایسے خواب دیکھنا نہیں چاہتا جو

موت کی کوٹھڑیوں میں، آن کر

روزانہ کی بنیاد پر ڈراتے ہیں

مجھے، میں باغی ہوں، ہاں میں باغی ہوں

نہیں بننا،

کود کر مرنا سب سے اچھا کام نہیں

مورخ بننا سب سے بہتر ہے

سوچ

جب میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے سوچنا چا

تو بہت دیر ہو چکی تھی،

میرا اشتیاق برسوں، نفی اثبات کے

چوک پر لٹکا رہا

میرے لیئے یہ انتخاب مشکل تھا کہ میں

اچھے دنوں کا انتخاب کروں یا بری ساعتو

تحکمانہ رویوں کے شاخسانے

عدم تحفظ کی چادریں میرے اوپر پھینک

بھاگ جاتے تھے

بھربھری مٹی پر مرا پاؤں ہمیشہ پھسل جاتا

میں اس وقت باغ کنارے، چپس کے بخ

سوچتا ہوں، آج بھی مجھے یہ کام

شروع کرنا چاہیے یا نہیں،

ابہام کی اپنی ایک تشریح ہوتی ہے

مجھے نہیں پتہ کہ اپنی ہی سوچ کا گلا

گھونٹنے کے بعد، اس کی لاش پر

میری انگلیوں کے نشان ہوں گے یا نہیں

آج کی روٹی

کھلے بالوں والی،
اکیس سال کی بیوہ،
گود میں سویا،
چار سال کا لڑکا،
ایک مردہ شرابی مرد
مسجد کا امام
دونو کیلے دانتوں والی عورت
دروازے پر بوسیدہ
ٹاٹ کا پردہ
صحن میں چند ہوائی چپلیں
گھڑونچی پر دھرا،
ایک خشک گھڑا
سامنے صحن کے پار،
بجھا ہوا مٹی کا چولھا
خالی دیگچی
ایک کشادہ کمرہ
پالش سے محروم
ایک پرانا پلنگ،
دو کب کے کاڑھے تکیے
ایک براق، چادر
ایک کونے میں کھانستا امام
چادر کی شکنوں میں
پکتی، آج کی روٹی

تغافل

تغافل حیرت ناک ہے
اس کی ادائیں اور انداز متنوع ہیں
آدمی کا بدن، ضعیفی کی حدوں میں
داخل ہو کر، کمزور پڑ جاتا ہے،
اب اس کا قلب ترکِ لذات کا
متحمل نہیں ہو سکتا
یہ بات اس کے دل میں
گھر کر چکی ہے کہ
موت کا وجود ہی نہیں،
اگر ہے بھی تو بس تحرم پذیر ہے،
جس سے تازگی آ گئی
عروج پانے والے غافل بھی
عام انسانوں کی طرح مرجاتے ہیں

نئے معانی

میرے روئیں کھڑے ہوجاتے ہیں،

سارا بدن کانپنے لگتا ہے

میرے اور اس کے درمیان

وہ لمس زندہ ہے جو

اتفاقاً ہم سے آن ملا تھا،

اتنے دنوں کے بعد، آج بھی

ہمارے پہلوؤں پر اس کے اثرات

تازہ ہیں،

میری ساری صلاحیتیں لامحدود ہوگئی ہیں،

سارے پرانے موضوعات

نئے معلوم ہونے لگے ہیں

پرانے لمحوں اور لمس کے معنوں میں

تازگی آگئی ہے جس نے

میری زبان کو جکڑ لیا ہے

گھات

ہم تحسین وستائش کی لہروں پر

تیر رہے تھے،

یہ توصیف بظاہر خوف اور شبہے سے

آزاد تھی جو

جلد دوستی میں بدل گئی،

سطح پر ایک خالص حقیقی دنیا

آباد تھی لیکن

اس کے پیچھے چھپے منظر میں

کوئی اور ہی چیز گھات لگائے بیٹھی تھ

یہ پراسرار یا پھر تجریدی شئے

درحقیقت جلد دو منظروں کو ملا کر

ایک نیا منظر تخلیق کرنے والی تھی،

تھیسس، اینٹی تھیسس سے مل کر

سنتھسس کا نیا منظر بنانے جا رہا تھا

چیزیں یکدم ڈبل ایکسپوز ہونے کو تھ

موم بتیوں سے جگمگاتے چھوٹے

کرسمس ٹری سے ایک ہاتھ نکل کر

کینوس کو پھاڑتا نکل آیا

پرانی طرز کا تیل لیمپ بجھ گیا

مجازی

جومجازی ہے، وہی تو

سب سے گہراراز ہے

علامتی معنی، ہمیشہ

دلاویز ہوتے ہیں،

کچھ لفظوں میں فقط معنویت ہوتی ہے

علامتی لفظ، قوت میں بڑھے ہوتے ہیں

رس کی نموپذیری میں پڑنے والے

سمندر میں اترنے سے پہلے

مرجاتے ہیں،

ادراک صرف ان کو اہل بناتا ہے

جوروح کے اندر بیٹھ کر پرواز کرتے ہیں

روح ہی حق مجاز ہے

قلب کا روح سے میلان ہوتے ہی

نورافشاں ہو جاتا ہے

پھیلاؤ

وہ النکالنکا،

موتیوں کی مالا کی طرح،

مجھے دیکھتا ہے،

مجھ پر پڑنے والی،

روشن پانی کی لہریں،

میرے لفظوں کی ویدوں میں

پرورش کرتا ہے،

زمانے سے گزرتی طاقت

دھول ذرے کو انسان میں

بدل چکی ہے

زمین پرتی خوف کی علامت

آتش کا تصور دکھا کر

مجھے گھوڑے پر لے گئی

اسکا تقدس کہاں تک پھیلا ہے

میرے مکتوب سے اس کا فیصلہ

ہر گز نہیں ہو سکتا،

اس کے نزدیک

گائے، گھوڑا، گدھا، کتا

سب مخلوق ہیں

میری روح کو پھیلتا دیکھ کر

مسکراتا ہے

آخری شب کے ہم سفر

لوگ سمجھتے ہیں ان کے سر میں
سفید بال، بڑھاپا نہیں،
ایسے لوگوں کی مثال
اس اندھے سانپ کی ہے جو
غصے میں پھنکارتا ہے، لیکن
زہر سے خالی ہے،
یہ جھاگ ان کے سروں پر اگ آتا ہے،
ان کے بدن غور سے دیکھو
ضعیفی کے سبب، کمزور پڑ گئے ہیں
مگر ان کے ارادے مضبوط ہیں
انہوں نے زمانے اور
ہیت کے فرق سے
بے شمار شکلیں اختیار کر لی ہیں،
جب کسی بے روح شے کا بیان
ذی روح کی شکل میں کیا جاتا ہے تو
ان کی عورتوں کے چہرے
'آخری شب کے ہم سفر'
دکھائی دیتے ہیں

موجود نشانیاں

راکھ سے تن پوشی کرنے والے،
اندھا ہونے کے شوق میں،
سورج کو تکتا رہنے والے،
دوپہر کی گرمی میں بدن کو آگ لگانے والے
ننگے پاؤں جلتے کوئلوں پر چلنے والے
ننگے بدن کیلوں پر لیٹے رہنے والے
ہزاروں میل کی دوری کی زیارت کے لیے
جسم لڑھکانے، گھسیٹتے لے جانے والے
خود کو زنجیروں میں جکڑ کر
خود ہی قید اختیار کرنے والے
برس ہا برس گردن تک خود کو
زمین میں دفن کرنے والے
مٹھیوں کو بھینچ کر، ناخن
پچھلی ہڈیوں سے اگانے والے
سالہا سال قصداً، ایک انداز میں
بیٹھنے والے،
مانگ تانگ کے پتوں اور دانوں پر
گذارا کرنے والے،
عملاً اپنے حواس کو بے حس کر دینے والے
ہندوستان میں
اڑھائی ہزار برسوں سے موجود ہیں

جادوگر

میرے گلے میں لٹکتا، کالا سانپ، جیسے
زہر ہلاہل، زینت افروز ہے
چاند کے آبِ حیات میں،
روشنی کے قطرے
میرے سینے پر تیرتے ہیں
دیکھو اس ہلاہل کے
انکھوے نکل آئے ہیں یہ دلکش منظر، عکس ہے
نیل کنٹھ کے گلے سے لپٹے،
سفید سانپ کا
میں نے پرانے جادوگروں کا حلیہ
صیقل کر لیا ہے
اب دونوں میں کتنی
جذباتی مماثلت ابھر آئی ہے
جن دوشیزاؤں کی رہائش
امراء کے پتھروں میں ہے،
ان بے مثل روشنی رکھنے والے
بدقسمت لعل و جواہر کو
میری ضرورت ہے

تفریق

اس نے میرا میرا کہتے بالاخر
موت کو گلے لگا لیا،
اس نے کبھی خدا سے لو نہیں لگائی
کسی نے اسے خواب میں بھی اپنی
شکل نہیں دکھائی
بے شک، زمانے کے تضادات سے
اس کی زندگی بھری ہوئی تھی
اسے مال مکان زمانے اور ہیت کے
معنیٰ بتا دیے گئے تھے
لیکن اس نے زبان و مکان کو تفریق کر کے
نئے موضوعات، حالات اور توقعات کو
دریافت نہیں کیا،
وہ ہمیشہ پرانے اور مشہور و معروف
عقیدے کا اتباع کرتا رہا
وہ نئے آسمانوں کا مطالعہ کر سکتا تھا
متوقع نقصانات اور مصائب سے
بچ سکتا تھا،
مگر اس پر سرقہ اور توارد کی بات ہی
آسان تھی

دیوتا حاضر ہیں، پتھروں میں

میں سورج دیوتا ہوں،
ساری دنیا پر میرا راج ہے
تمہیں مصر کی بادشاہت مل سکتی ہے
وہ ملک جس میں، میں کسی کو
جلیل القدر بناتا ہوں
وہ کبھی محتاج نہیں ہوتا، ناموری پاتا ہے
میں تمہاری عمر لمبی کرسکتا ہوں،
میری طرف منہ رکھ، اس سے
میرے دل میں تیرے لیئے جگہ پیدا ہوگی
اچانک سنگ پرست، دنیادار نے سوچا
یہ دیوتا تو سرخ ہوکر، آدھا
ریت میں دھنس چکا ہے
اسکا فقط سر، زمین سے باہر ہے
ہوا اس پر ریت کا چڑھاوا
چڑھا رہی ہے
تاریکی جلد اس کے سمیت سب کچھ
نگل جائے گی،
ایسا کمزور کسی کو کیا دے سکتا ہے،
اچانک دیوتا نظروں سے غائب ہوگیا
اب وہاں چٹان سے تراشا،
ایک عظیم الشان مجسمہ موجود ہے

شاعر کا ہدف

غزل، دل میں پوشیدہ لسانی معنویت کا
اظہار کرتی ہے
اسمیں زبان کا ہدف، ماخذات سے
جڑا ہوتا ہے،
بعض اوقات محسوس ہوتا ہے کہ زبان کے
ہدف کی ساخت بگڑ گئی ہے
نئی ساخت زبان کو تبدیل اور موزیات کو
زندہ درگور کردیتی ہے
ایک شعری فضا سے نکال کر
نئی ثقافتی فضا میں لے آتی ہے
غزل کی زبان نے کبھی جبر سے
چھٹکارا نہیں پایا،
اس کو قصہ چار درویش کہنا ہی مناسب ہے
کیونکہ اس میں وحی کو بین اللسان
دفنا دیا جاتا ہے،
قاری، اس کی تفہیم وتشریح کرتے ہوئے
اپنی لسانی عملیات اور اصول تنقید شامل کردیتا
متن میں پوشیدہ معنویت کو آشکار کرتے ہو
اسے نہلا دھلا کر، نیا لباس پہنا دیتا ہے
جس سے شاعر کی زبان کے ہدف کی
شناخت بگڑ جاتی ہے

مراجعت

پہلی روح ہی تمام موجودات کا
سبب بنی،
کوئی شے، روح کے بغیر پیدا نہیں ہوئی
اس کی ابتدا تو نیند سے ہوئی تھی
لیکن وہ ایسا پرندہ ہے جو ہر طرف
پرواز کرسکتا ہے
وہ ہر روز اپنے ذی کو سلا کر
اپنے اگلے مسکن کی تلاش میں
نکل جاتی ہے
اسکا قیام، دماغ کے خلیوں میں رہتا ہے
وہ ذی روح کی بیداری سے پہلے
اپنے مسکن میں لوٹ آتی ہے
سانس جب آگ میں گھل جاتا ہے
یہ فناہ کے خوف سے
نئے مقام کو مراجعت کر جاتی ہے
چیزوں کی موجودگی ہی
حقیقت میں روح ہے

ہوا

ہوا ہی اثبات ہے،
اسے دیکھا نہیں جا سکتا،
تمام چیزیں اسی سے ہیں
یہ زندگیوں کا منبع ہے
یہ بغیر کسی مدد کے
وسعتوں میں چلتی ہے
تمام سانس لینے والوں کا
سانس ہے،
آخری دن، تمام مخلوقات
میری طرف لوٹنے والی ہیں
مجھ سے دوسری زندگی پانے والی ہیں
میں ہوا ہوں مجھے کوئی چیز پریشان نہیں کرتی
میں نے اپنی لہروں سے، دنیا کو
متحرک رکھا ہے
جاہل لوگوں کا علم فقط نظری ہے
زندگی کی علامت کا نام تم نے ہوا رکھا ہے
تم چاہو تو اسکا نام، کچھ اور بھی رکھ سکتے ہو

جنگلوں کی زندگی

تم سے تمہاری آنکھیں چھین لی گئی ہیں،

تمہارے دماغ ماؤف کردیئے گئے ہیں،

تمہیں قانون کے نام پر دھوکا دیا جارہا ہے

جبر کی ریاست میں کوئی قصور نہیں

جبر تھیوکریٹک ہو یا پھر ایک خاص

نقطہ نظر سے بنائے گئے قانون کا

اقتدار اعلیٰ کے جھگڑے، مبہم ہیں،

انسان آزاد پیدا ہوا،

اسے آزاد ہی رہنے دو،

جنگلوں کی زندگی بہتر تھی جب

استحصال پر قانون کی جبریت نہیں تھی

کوئی مذہب نہیں تھا

مرکز

میرا شمار خوبصورت مردوں میں ہوتا تھا

درجنوں امیر گھروں کی لڑکیاں،

میری زندگی کا ہم سفر بننا چاہتی تھیں

مگر یہ دل کی دنیا، عجیب دنیا ہے

میں نے سب کو چھوڑ کر

ایک غریب گھر کی لڑکی سے شادی کرلی

کیونکہ اس پر میرا دل آگیا تھا،

مجھے اس کے خاندان کی کفالت کرنا پڑتی،

اس کی اجڈ، گنوار، بدمزاج ماں کو

برداشت کرنا پڑتا،

میری بیوی چٹی ان پڑھ تھی، مجھ سے

عمر میں دو سال بڑی تھی،

میں نے اسے دونوں کے نام

یاد کرانے میں کئی ماہ صرف کیے

سو تک گنتی سکھائی،

وہ میری دیوانی تو ہوگئی مگر ماں کی طرح

اسکا ذہنی توازن بگڑ گیا،

وہ مجھ سے جھگڑے کرتی تھپڑ گھونسے مارتی

کئی سال وہ گھر

میری زندگی کا مرکز رہا

وصیت

پچیسویں دن کا سورج،

غروب ہوتے ہی مجھے،

صندوق میں رکھ دینا

یہ صندوق صندل سے تیار ہونا چاہیئے

ممکن ہے تم سے دفنانے میں غلطی ہو جائے

ایسے وقت میں خوشبو میرا

حوصلہ بڑھائے رکھے گی

دیکھو مجھے، لے جانے سے پہلے،

کچھ دیر انجیر کی شاخوں پر رکھنا

اس کی رفاقت آگے چل کر،

نئی دوستیاں پیدا کرنے میں،

بڑے کام آئے گی

میں نے اپنا مقبرہ بنوا دیا ہے

اسمیں دو علامتی دروازے رکھے گئے ہیں

دفنانے کے بعد زیارت والوں کو

ایک سے داخل ہو کر، دوسرے سے باہر

جانا ہوگا

استغراق کرنے والے، کچھ دیر

میرے پاس رک سکتے ہیں

پرانی رسمیں

لوگوں نے تو رسمیں ہی

بدل ڈالی ہیں

اب فصلوں کی کٹائی پر

خوشیاں مناتے ہیں

اپنی دیواروں پر کندہ تصویروں کو دیکھو

فصل کٹنے پر، لوگ رنجیدہ ہوتے تھے

موجود کا نام لے کر دہائی دیتے تھے

دیویوں کے لیئے آنسو بہاتے آہ وزاری کرتے تھے

تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اناج کی

کٹاری سے، اس کی روح بھی قتل ہو جاتی ہے

یہ درست ہے اب ایسی عبادت

کھلے عام نہیں ہو سکتی

نوحوں کی مجلس میں بانسری

مسلسل بجتی رہنی چاہیئے

بحریہ ٹاؤن

کوئی تنگ بازار نہیں، کوئی افراتفری نہیں

جدید تعمیر نے شہر سے دور

بیچ کے سرسبز علاقے کو

مزید دلکش بنادیا ہے

ہر طرف خاموشی ہے

مکین فلیٹوں میں بند ہیں،

سنہری ریت کے کنارے

Beach ننگی لیٹی ہے

ساحلی علاقے کی یہ عمارتیں

من موہنی دوشیزائیں ہیں،

اندرون شہر سے لاکر مکین،

صاف ستھرے ماحول میں،

بسائے گئے ہیں

درخت ہیں، پودے ہیں، مجسمے ہیں

کہیں کہیں مقامی طرز کی لڑکیاں

جدید انداز میں Renovated پھرتی ہیں

کمیونٹی سنٹر کی باہری دیوار پر

'جنت نظیر' لکھا ہے

ڈنک

جب میں پیدا ہوا تو انتہائی کمزور تھا

کم سنی میں مجھے بہت سے خطرات کا سامنا

وحشی درندوں نے مجھے کاٹا

بچھوں نے ڈنگ مارے،

آگ میں جلایا گیا،

جب میرا قد چودہ فٹ ہو گیا،

تب میں بھی ایک تنگ و تاریک کمرے میں

بند تھا

تب میری ماں نے

برسوں کی ریاضت وعبادت کی تکمیل پر

زندہ کرنے کا منتر سیکھ لیا،

'ملکہ سحر' نے مجھے زندہ کر لیا،

اب کوئی بچہ، بچھو کے ڈنگ سے

مرتا نہیں تھا

شہریت

رسوم و عبادات مخفیہ، میں
شریک ہونے کے خواہش مندوں کے لئے
ضروری ہے کہ ان کا ذہن
مستقبل کے ناپاک خیالات سے آزاد ہو
'حلقہ اسرار مذہب' میں شامل ہونے کے لیئے
دس سال کی پر اسرار رسوم و عبادات سے
گذرنے کا شرف حاصل کرنا ہوتا ہے
'محرمین اسرار' ہی 'حلقہ ارباب ذوق' میں
شامل ہو سکتے ہیں
وہ اس اعتقاد سے سرفراز کیئے جاتے ہیں کہ
انہیں مسرت، شہرت اور ناموری عطا ہوگی
جب ان کو موت آجاتی ہے تو زمین پر
ان پر کام جاری رہتا ہے
زیر زمین اترتے ہی، ان کو
بھوتوں کی سرزمین کی شہریت عطا کی جاتی ہے

گھتی

مجھے لگتا ہے، میرا تعلق
اس دھرتی سے نہیں ہے،
مجھے پتہ نہیں چلتا کہ میں
یہاں کس مقصد کے لیئے آیا تھا
میں کشتی پر سفر کر کے یا پھر
گدھوں پر سفر اختیار کیے تھا
میں پریشان، رنجیدہ اور جھلایا ہوا
زندگی بسر کر تا رہا ہوں
مجھے زمین پر رہتے
سالہا سال گذر گئے ہیں،
بڑھاپے کے سبب اب میں
کسی کے حق میں دست بردار ہو کر
آسمان پر جانا چاہتا ہوں
لوگو، اب انسان سے ہٹ کر
کسی اور مخلوق کو موقعہ دو

انتظار

میں نے اپنے ہی شہر میں،
اپنے ہی لوگوں کے نرغے میں
گھر گیا ہوں
بدشکل، گھناؤنی زندگی
بے دست و پائی کا زہر پی گئی ہے
میں ہارے جواری کی طرح،
مفلسی کا لباس پہنے، سٹیشن کے بینچ پر
بیٹھا ہوں،
آنکھوں میں اس کی بدصورت شکل منجمد ہے
مجھے گاڑی کی آمد کا انتظار ہے
لائین تو پہلے سے خالی ہے

خُوشبو

میں تولیہ، غسل خانے میں
ڈھیر کر آئی ہوں
مجھے دولت کی فراوانی اور والدین کی
عدم توجہی نے
نوجوانوں کو متاثر کرنے کا فن
سکھا دیا ہے
غلط صحیح کچھ نہیں ہوتا
والد سے بڑی عمر کے آدمی
چھوڑا ہوا، خوشبودار
غسل خانہ سونگھ کر ہی،
خوش ہو جاتے ہیں
تولیہ آزادی کا سمبل ہے

چڑیوں کا بھید

آسمانوں میں لوگ خدا کے ساتھ رہتے ہیں
زمیں پر ان کے محلات کے
Replicas ہیں
فرق صرف یہ ہے کہ
اوپر رہ کر وہ
خدا سے جھگڑا مول لے سکتے ہیں
دنیا ان کیلئے ایک جائے تفریح ہے
انسان ایک پہاڑی راستے سے زمینوں میں اترتا ہے
اسے دوری ستانے لگتی ہے
تعلیمات میں لکھا ہے
ان کو وہ مرد اور عورتیں یاد آتی ہیں
جو خدا کے ساتھ رہتے ہیں
چڑیوں کا بھید
جونہی ان پر کھلتا ہے
وہ واپس لوٹنا چاہتے ہیں

جادوگر

میرے گلے میں لٹکتا' کالا سانپ'
جیسے زہر ہلاہل زینت افروز ہے
چاند کے آب حیات میں'
روشنی کے قطرے میرے سینے پر تیرتے ہیں
دیکھو اس ہلاہل کے انکھوے نکل آئے ہیں
یہ دلکش منظر' عکس ہے
نیل کنٹھ کے گلے میں لپٹے'
سفید سانپ کا
میں نے پرانے جادوگروں کا حلیہ صیقل کر لیا ہے
اب دنوں میں کتنی جذباتی مماثلت ابھر آئی ہے
جن دوشیزاؤں کی رہائش'
اہرام کے پتھروں میں ہے
ان کے بے شکل روشنی رکھنے والے
بد قسمت لعل و جواہر کو میری ضرورت ہے

ISBN 978-969-636-001-8
9 789696 360018 >